احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مئی 2023ء

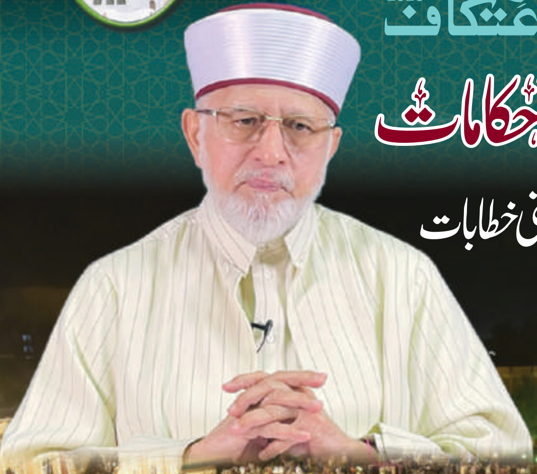

زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی اور تربیتی خطابات

شہرِ اعتکاف 2023ء

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 37 / شوال ۱۴۴۴ھ / مئی 2023ء

شمارہ: 5

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا

عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

حسنِ ترتیب

اداریہ: مراکزِ علم کا نیا نصاب اور 7 میمز کا تصور	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: روحانی ترقی کی شرائط اور تقاضے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	11
تقویٰ کا مفہوم اور متقین کی شرائط	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	14
شہرِ اعتکاف 2023ء (رپورٹ)	محمد یوسف منہاجین	19
ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: تذکرہ حیات	محمد فاروق رانا	36
ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: حقوق العباد کے عظیم خوگر	محمد شفقت اللہ قادری	43

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 60 روپے | سالانہ خریداری: 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

نعت رسولِ مقبول ﷺ: حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی

بلاشبہ دنیا بھر کے عاشقانِ رسول ﷺ کی طرح آپ ﷺ کی زیارت اور ملاقات کی تمنا ہمہ وقت میرے دل میں بھی موجزن رہتی۔ ایسے میں میرے ذہن میں یہ سوال اٹھا کہ میرے غریب خانہ پر آپ کی تشریف آوری کے وقت گردوپیش کا ماحول کس قدر حسین، دل کش و دل نشیں ہوگا۔ یوں سوچتے سوچتے ایک مبارک شب میرا طائرِ تخیل فرشِ ارضی سے چرخِ نیلی فام کی بلندیوں تک اڑان بھرتا چلا گیا، میرے قلب و قلم کے ساتھ ساتھ میری مشتاق آنکھوں کے کیمرے متحرک ہوگئے اور آپ ﷺ کی آمد کے وقت ان متوقع مناظر کو الفاظ کے روپ میں ڈھالنے لگے، اس طرح جو اشعار ترتیب پائے انہیں صفحہء قرطاس پر منتقل کرتا چلا گیا۔ جنہیں بیان کردہ پس منظر کے ساتھ ''نعت'' بعنوان '' حضور آپ سے جب ملاقات ہو گی'' کی صورت میں آپ سب کی راحتِ قلب و جاں کے لئے پیش کرتا ہوں:

بہاروں کی رُت یا کہ برسات ہو گی
سہانا وہ دن یا حسیں رات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

وہ زر تار ملبوس میں شب کا دُلہا
کہ جھلمل ستاروں کی بارات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

گِریں آبشاریں رسیلے سُروں میں
وہ کُن گاتی ندیوں کی سوغات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

چلے بادِ صبح لئے کیفِ مستاں
ثنا خوان و رقصاں نباتات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

نہ رنگ و بُوئے گُل ، نہ قُمری نہ بلبل
نظر میں فقط آپ کی ذات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

پرندوں کے نغماتِ مِدحت سرائی
گُلوں کے لبوں پہ مُناجات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

حضور آپ ﷺ کی آمدِ پاک گھر میں
ہمارے لئے وجہِ برکات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

سجایا خدا نے فلک لامکاں تک
میں بندہ ہوں کیا میری اوقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

نہ کچھ ہوش الطاف باقی رہے گا
جو مائل وہ چشمِ عنایات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے جب ملاقات ہو گی
حضور آپ ﷺ سے کب ملاقات ہو گی؟

سید الطاف حسین گیلانی

اداریہ

مراکزِ علم کا نیا نصاب اور 7 میمز کا تصور

فروغِ علم و شعور اور دینی و اخلاقی اقدار کا احیاء تحریک منہاج القرآن کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے اپنی چار دہائیوں پر مشتمل دینی و دعوتی مساعی کے ضمن میں دنیا بھر میں دینی و عصری علوم کے فروغ کے لئے روایتی و غیر روایتی سیکڑوں ادارے قائم کئے ہیں۔ اگر تحریک کے اپنے اور اس کے نظام سے ملحق ادارے شامل کئے جائیں تو ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ تعلیم و تربیت کے فروغ سے ممکن ہے۔ اسی لئے انہوں نے اول روز سے تحریک منہاج القرآن کو علم و شعور کے سفر پر گامزن کیا اور ایک تعلیم یافتہ نسل پروان چڑھانے کے لئے اعلیٰ معیار کے تعلیمی و تربیتی مراکز قائم کئے۔ تحریک منہاج القرآن نے کبھی عوامی تعلیمی مراکز کی صورت میں گاؤں گاؤں تعلیم و تربیت کے اداروں کی داغ بیل ڈالی اور کبھی آئیں دین سیکھیں اور عرفان القرآن کورسز، ڈپلومہ ان قرآن سٹڈی کے ذریعے ملک کے طول و عرض میں لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کروایا تاکہ ایک پرامن مصطفوی معاشرہ کی تشکیل عمل میں لائی جاسکے۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے افرادِ معاشرہ کی اصلاح اور ان کی تعلیم و تربیت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آئندہ 5 سالوں میں ملک بھر میں 25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان فرمایا ہے۔ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز معاشرے کے دردمند افراد کی معاونت سے یہ مراکز قائم کرے گی۔ مراکزِ علم کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں گزشتہ سے پیوستہ اداریہ میں ذکر کیا جاچکا ہے۔ الحمدللہ ان مراکز علم کے لئے ایک جامع نصاب مرتب کر لیا گیا ہے جو استفادہ کے لئے منہاج القرآن پبلی کیشنز سے شائع ہوا ہے اور منہاج القرآن سیل سنٹر پر دستیاب ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مراکزِ علم کی اہمیت اور ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث اور سیرت و اخلاق نبوی ﷺ پر مشتمل اصلاحِ اعمال اور احوال کی ایسی تعلیمی جدوجہد کی ضرورت ہے جس کے نتیجے میں مصطفوی معاشرے کا قیام ممکن بنایا جاسکے۔ مراکزِ علم کے مقاصد درج ذیل ہیں: (1) قرآن فہمی اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل کی ترغیب دینا (2) عقیدۂ صحیحہ اور افکارِ اسلامیہ کا فہم حاصل کرنا (3) ذات مصطفی ﷺ سے حُبی و عشقی تعلق پختہ کر کے اس کے ذریعے آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کا داعیہ بیدار کرنا (4) معاشرے کو اسوہ محمدی ﷺ کا عملی نمونہ بنانے کی سعی کرنا (5) اخلاقی و روحانی امور کی ترغیب اور تزکیۂ نفس کی عملی تربیت دینا (6) افراد معاشرہ کی ذہنی و فکری بالیدگی اور جسمانی طہارت اور صحت کا اہتمام کرنا (7) معاشرے میں احترامِ انسانیت اور خدمتِ خلق کے جذبات کو پروان چڑھانے کی کوشش کرنا (8) بنیادی اور ناگزیر فقہی مسائل سے آگاہی دینا (9) محض مطالبۂ حق کی بجائے فرائض کی ادائیگی کے رجحان کو فروغ دینے کے لئے حقوق و فرائض کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا (10) معاشرہ میں باہمی اخوت و بھائی چارہ کو فروغ دینا۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ مراکزِ علم کی عملی شکل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہر مرکزِ علم تربیت گاہ کی طرز کا عوامی مرکز ہوگا۔ مرکزِ علم تعلیمی اداروں، مدارس، مساجد، دفاتر یا گھر کے ایک کمرے میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ مرکزِ علم پر تعلیم و تربیت کا دورانیہ ایک سال کا ہوگا۔ چار چار ماہ کے تین سمسٹر ہوں گے۔ ہر سمسٹر کے لئے الگ الگ سلیبس ہوگا۔ مرکزِ علم میں 15 سے 20 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ مرکزِ علم میں شرکاء کی تعداد کم سے کم 10 ہو البتہ 7 افراد سے اس کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ ایک حلقہ زیادہ سے زیادہ 50

افراد پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرکزِ علم کے باہر تحریک کی طرف سے فراہم کردہ ڈیزائن کے مطابق مقامی ایڈریس کے ساتھ بورڈ آویزاں کئے جائیں۔ ہر مرکزِ علم میں مرکز کی طرف سے فراہم کیا گیا سلیبس پڑھایا جائے گا۔ مرکزِ علم میں تدریس ہفتہ وار دو گھنٹے ہوگی۔ منتظمِ حلقہ کو اختیار ہوگا کہ مقامی ماحول اور شرکاء کی مشاورت سے دو دن ایک ایک گھنٹہ کلاس منعقد کر لیں یا ایک ہی دن دو گھنٹے میں مقررہ سلیبس کی تدریس کر لی جائے۔ ہر لیول کی تکمیل پر یادداشت کا جائزہ لے کر اختتام پر شرکاء کو سرٹیفکیٹ جاری ہوں گے۔

انہوں نے فرمایا ہر مرکزِ علم پر تدریس کے فرائض مرکزی شعبہ کورسز کی طرف سے تربیت یافتہ معلم ہی سرانجام دے گا۔ منتظم اگر خود تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی معلمین ٹریننگ ورکشاپ میں شرکت لازمی ہوگی۔ مرکزِ علم کا منتظم معلم کے حصول کے لئے اپنے فورم کے ضلعی سربراہ سے رابطہ کرے گا۔ خواتین کے مراکزِ علم کا قیام، نگرانی، معلمات کی فراہمی اور معاونت منہاج القرآن ویمن لیگ کرے گی۔ منتظم مرکزِ علم سلیبس میں دی گئی عملی ورکشاپ اور سرگرمیوں کے انعقاد کو یقینی بنائے گا۔ ان مراکزِ علم میں تجوید و قراءت، ترجمہ و تفسیر، حدیث نبوی ﷺ، سیرت الرسول ﷺ، فقہ، ارکانِ ایمان، آداب و معاملات، افکار و نظریات، شخصیت سازی، اخوت و بھائی چارہ کے مضامین پڑھے اور پڑھائے جائیں گے۔

مرکزِ علم کے قیام کے پس منظر میں شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی وہ تجدیدی اور اصلاحی فکر کارفرما ہے جس کے مطابق ایک مصطفوی معاشرہ کے قیام کے لئے درج ذیل کردار اہم ہیں جن کی اصلاح اور تربیت نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں شیخ الاسلام نے 7 میم کا اچھوتا تصور دیا ہے: (1) ماں: کسی بھی فرد معاشرہ کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے۔ اگر اس تربیت گاہ کو قرآن و سنت کے مطابق تیار کر لیا جائے تو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ سوسائٹی میں مثبت اور تعمیری رجحانات پروان چڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ (2) مسکن: گھر ایک ایسی تربیت گاہ ہے جو بچے کی فکری و شعوری پرورش میں اہم کردار ادا کرتی ہے، بچہ گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے۔ اس لئے ہر گھر کو مصطفوی گھرانہ بنانا ایک ناگزیر دینی تقاضا ہے۔ (3) مکتب: مکتب بچے کی تربیت و پرورش اور تعلیمی رجحانات پروان چڑھانے کی باضابطہ تربیت گاہ ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ سکول، مدرسہ کے لئے اچھے اساتذہ تیار کیے جائیں جو نسلوں کی فکری تربیت کا **فریضہ** انجام دے سکیں۔ (4) مسجد: اسلامی معاشرے میں آج بھی تربیت کے ضمن میں مسجد کا کردار اہم ہے، مسجد کے ذریعے دین کے سہی، متوازن اور معتدل تصور کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ ائمہ و خطباء اور نمازیوں کی صحیح دینی تربیت ناگزیر ہے۔ مسجد پورے معاشرے کی اصلاح کے لئے ایک فعال اور موثر تربیتی یونٹ ہے۔ (5) میڈیا: عصرِ حاضر میں دینی و اخلاقی رویوں کے فروغ و احیاء کے لئے میڈیا کا کردار انتہائی اہم ہے۔ مراکزِ علم میں زیرِ تعلیم افراد کو ذرائع ابلاغ کے موثر اور بامقصد استعمال کی تربیت مہیا کی جائے گی تاکہ ذرائع ابلاغ کو نیکی اور خیر کی اشاعت اور برائی اور شر کے خاتمے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ (6) معیشت: مثبت اقدار پر استوار سوسائٹی کے اندر معیشت کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بات نہایت ضروری اور دینی تقاضا ہے کہ لوگوں میں ذرائع معیشت کے باب میں حلال و حرام کی تمیز پیدا کی جائے، انہیں قناعت کی برکات سے آگاہ کیا جائے اور ایک دوسرے کی مدد کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کی طرف راغب کیا جائے اور مواخات کے ذریعے معاشی تعاون اور تکافل کے رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ (7) معاشرت: سوسائٹی کو ہر نوع کی تنگ نظری، انتہا پسندی اور متشدد رویوں سے بچانا ناگزیر ہو گیا ہے۔ معاشرے کی تمام اکائیوں کو باہمی خوشگوار تعلقات کے لئے تیار کرنا اور سازگار ماحول پیدا کرنا معاشرت کے باب میں اولین ذمہ داری ہے۔ فی زمانہ فرقہ واریت، انتہا پسندی اور عدمِ برداشت کی وجہ سے اتحادِ اُمت کا شیرازہ بکھیر دیا گیا ہے اور سوسائٹی میں تقسیم اور انتشار کا دور دورہ ہے۔ وحدت اور جماعتی آہنگ اسلام کی اخلاقی و روحانی تعلیمات کی روح ہے۔ تحریک منہاج القرآن؛ ماں، مسکن، مکتب، مسجد، میڈیا، معیشت اور معاشرت کو بطورِ مثال پیش کر کے مصطفوی معاشرے کا قیام چاہتی ہے (چیف ایڈیٹر)

روحانی ترقی کی شرائط اور تقاضے

قلبی طہارت کے چار مراحل تزکیہ، تصفیہ، تخلیہ، تجلیہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری اور روحانی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین ۔۔۔۔ معاون: محمد ظفیر ہاشمی

گزشتہ سے پیوستہ

قلب کو طہارت سے آراستہ کرنے اور اسے زنگ سے پاک کرنے کے لیے درج ذیل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے:

۱۔ پہلا مرحلہ۔ تزکیہ: قلب کا زنگار سے صاف اور پاک ہونا۔ ۲۔ دوسرا مرحلہ۔ تصفیہ: قلب کا غیر کے غبار سے پاک ہونا۔ ۳۔ تیسرا مرحلہ۔ تخلیہ: دل کا اللہ کی خلوت گاہ بن جانا۔ ۴۔ چوتھا مرحلہ۔ تجلیہ: اللہ رب العزت کی بارگاہ سے قلب پر عالمِ غیب سے تجلیات کا وارد ہونا۔ ۵۔ پانچواں مرحلہ۔ تحلیہ: بندے کو اللہ کے اخلاق کا زیور پہنایا جانا۔

ان مراحل کا تفصیلی بیان گزشتہ شمارہ ماہ اپریل 2023ء میں شائع ہو چکا۔ طہارت القلوب کے ذیل میں قلب کو مزید کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اس کی تفصیل نذرِ قارئین ہے:

تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تخلیہ، تجلیہ اور تحلیہ ان پانچ مراحل کے ذریعے آئینہ قلب کے زنگار صاف ہوتے ہیں اور ماسوی اللہ کا غبار اُترتا ہے۔ من کی صفائی ہوتی ہے اور دل اللہ کا خلوت کدہ بنتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

آئینہ کز زنگ آلایش جداست
پُر شعاع نور خورشید خداست

جب آئینہ (قلب) ماسوی اللہ کے زنگار اور میل سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ آئینہ آفتاب انوارِ الٰہیہ کی شعاع سے چمک اُٹھتا ہے۔ پس اے طالب! اپنے دل کے چہرے کو زنگ، میل کچیل اور آلائشوں سے پاک کر اور پھر اپنی ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اُس نور کو حاصل کر جس کا تو طالب ہے۔

یعنی طہارتِ قلب کے حصول کے لیے پہلے اپنی سوچ اور فکر میں یکسوئی پیدا کرنا ہوگی، انتشارِ فکری ختم کرنا ہوگا اور پھر پوری توجہ سے اِس کا مفہوم سمجھنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اس سفر کا اگلا مرحلہ نصیب ہوگا۔ پس یہ عاشقوں اور عارفوں کا راستہ ہے، اس راستے کے مراحل کو طے کرنے سے ہی روح کو ترقی کا راستہ میسر آتا ہے۔

۶۔ الترقی

روحانیت کے سفر میں ''الترقی'' چھٹا مرحلہ ہے۔ جب انسان نفس کو پاک کرتا ہے اور دل کے آئینے کو غبار سے صاف کر کے اسے خلوت کدہ بناتا ہے تو اس کا دل اللہ کی تجلیات کا مورد بن جاتا ہے۔ بندہ اللہ کے اوصاف و اخلاق کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر جب آگے چلتا ہے تو پھر یہاں سے اُس کے مراتب اور مدارج میں ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے پانچ مرحلے اُس کی ابتدائی ریاضت اور مجاہدہ کے تھے، جس کے نتیجے میں اُسے اللہ کی بارگاہ سے خلوت

٭ (خطاب نمبر: Fn-16) (تاریخ: 13 جون 2018ء)، (بمقام: شہرِ اعتکاف، بغداد ٹاؤن لاہور)

اور تجلی نصیب ہوگئی اور اس پر الوہی اخلاق کا رنگ چڑھ گیا، اب اس کے مراتب اور مدارج کا آغاز ہو رہا ہے۔

۷۔ اَلتَّنَقُّلُ

ساتویں مرحلے پر طہارتِ قلب کی راہ میں حائل جملہ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور بندہ آسانی اور تیز رفتاری سے روحانی ترقی کی منزلیں طے کرنے لگتا ہے۔ ترقی کی ان منازل کو عربی کی اصطلاح میں التنقل کہتے ہیں۔ جیسے بندہ نقل مکانی کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے، اسی طرح ایک نقلِ روحانی بھی ہوتی ہے، روح ترقی کی منازل طے کر کے عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت کی طرف محوِ پرواز ہو جاتی ہے اور مرحلہ در مرحلہ، منزل در منزل انسان کو روحانی ترقی ملنا نصیب ہو جاتی ہے۔ جوں جوں ترقی ہوتی ہے توں توں اللہ کے اخلاق کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے اور بندے کی طبیعت بدلتی چلی جاتی ہے۔

روحانی درجات کی منتقلی کے دوران ہر فرد اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق حصہ حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیکر بشری کے بارے میں قرآن مجید میں کہیں فرمایا کہ انسان کو پانی سے بنایا۔ کہیں فرمایا کہ انسان کو مٹی سے بنایا۔ کہیں فرمایا کہ انسان کو کیچڑ سے بنایا۔ کہیں فرمایا کہ طین لازب (چپکتے ہوئے گارے) سے بنایا۔ کہیں فرمایا کہ بجنے والے بو دار گارے سے بنایا۔ ان سب چیزوں سے پیکرِ بشری تشکیل پاتا ہے۔

اس کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ طب میں مفردات کا لفظ بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ مفردات ایک single element ہوتا ہے، ہر مفرد کی ایک اپنی تاثیر ہوتی ہے، اطباء اور حکماء نے مفردات کے خصائص اور تاثیرات پر کتابیں لکھی ہیں۔ حکماء مرض کی تشخیص کے بعد نسخے بناتے ہیں تو کئی مفردات ملا کر ایک نسخہ بنتا ہے۔ دو یا دو سے زائد مفردات اکٹھے ہو جائیں تو اُسے مرکب کہتے ہیں۔ جو خاصیت اور تاثیر مفردات کی تھی، مرکب میں ان سب مفردات کی تاثیرات جمع ہو جاتی ہیں۔ مرکب سے پتہ چلتا ہے کہ دوائی کی ٹھنڈی تاثیر ہوگی، گرم تاثیر ہوگی یا معتدل تاثیر ہوگی؟ مختلف طبائع پر اس کا کیا اثر ہوگا؟

یہی قاعدہ انسان کے بشری پیکر کی تشکیل میں ہے۔ جس انسان کی تشکیل میں پانی کا غلبہ ہوگا تو اس کی طبیعت میں کسی ایک طرف ٹھہراؤ نہیں ہوگا۔ نیکی کا ماحول ملا، اُدھر بہہ گیا، بُرا ماحول ملا اُدھر بہہ گیا، انسان کے اندر یہ سیلانیِ طبع پانی سے آئی ہے۔ اسی طرح آگ کی تاثیر کا غلبہ ہو تو انسان کو جلد غصہ آجاتا ہے۔

بتانا مقصود یہ ہے کہ ہر چیز کا اپنا اپنا اثر ہے، لیکن ان تمام عناصر کو اعتدال پر لانا ہی کمال ہے۔ کمال افراط اور تفریط میں نہیں ہے۔ افراط اور تفریط میں خیر نہیں بلکہ خیر صرف اعتدال میں ہے۔ روحانی ترقی کی طرف سفر کرتے ہوئے ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کی طبیعت بھی معتدل ہوتی چلی جاتی ہے۔ کئی اولیاء اور صوفیاء کی طبیعت میں اوائل وقت میں جلال ہوتا ہے مگر جوں جوں وہ کمال کی طرف جاتے ہیں تو جلال اعتدال میں بدلتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر کسی کے ساتھ ربط اور تعلق میں ان سے کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔

۸۔ اَلتَّدَانِیْ

جب احوال میں ترقی ہوتی ہے تو اُس کے بعد ایک درجہ آتا ہے جس کو تصوف، معرفت اور سلوک کی زبان میں ''التدانی'' کہتے ہیں۔ ترقی کی راہ میں اس کو مرتبۂ عروج کہتے ہیں۔ اس مقام پر بندے کی طبیعت میں روحانیت عروج پر ہوتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی قربت میں ہوتا ہے۔ اُس منزل پر بندے کو ثُمَّ دَنَا کا فیض کا حصہ ملتا ہے۔

۹۔ اَلتَّدَلِّیْ

جب مرحلہ تدانی مکمل ہوتا ہے تو اگلا مرحلہ ''التدلی'' کا آتا ہے۔ اس مرحلہ پر فَتَدَلّٰی (پھر وہ جلوہ حق قریب ہوا) کا فیض ملتا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اُس بندے کے قلب، روح، سِر اور اُس کے باطن پر نزولِ اجلال فرماتا ہے۔ بندہ اس کے قرب کا سفر طے کرتا ہے اور حدیثِ قدسی کے مصداق اس مقام پر اللہ بندے کو اپنی قربت کی بارگاہ میں لے لیتا ہے۔ اس مقام پر تمام حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح بندے کو معراج نصیب ہوتی ہے۔

۱۰۔ التَّلَقِّیْ

اس مقام پر بندہ براہ راست بارگاہِ حق سے اخذ فیض کرتا ہے، سماع کرتا ہے، مشاہدہ ہوتا ہے، مواجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات، کرم نوازیوں اور عنایتوں کا نزول فرماتا ہے۔

۱۱۔ التَوَلِّی

تلقی کی منزل طے کرنے کے بعد اگلا درجہ التَوَلِّی ہے۔ اُس مقام پر بندہ اپنے آپ کو بھول چکا ہوتا ہے۔ یہ عالمِ بے خودی ہے۔ یہاں انوار و تجلیات کا ایک غلغلہ ہوتا ہے، جس میں بندہ گم ہو جاتا ہے۔ یہاں قربت کی مزید منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جب اخذ فیض کا سلسلہ اپنے کمال پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے! تجھے کامل کر دیا، اب تو پلٹ جا۔ چنانچہ اُس کی بارگاہ سے عروج کے بعد نزول ہوتا ہے اور اس موقع پر مرتبے تمام ہو جاتے ہیں۔ معراج کی رات جب حضور نبی اکرم ﷺ اوپر جا رہے تھے، تو مرتبہ عروج میں تھے اور جب آپ ﷺ اپنی شان اور مرتبے کے مطابق فیض لے کر پلٹے تو یہ مقامِ نزول تھا جس کا ذکر سورۃ النجم کی آیات میں کیا گیا۔

پس جب بندہ اپنے زنگار اور غیر کے غبار کو دور کر کے اپنے آئینہ قلب کو صاف کر لیتا ہے اور محنت، ریاضت اور شوق سے روح کو ترقی کا راستہ دیتا ہے تو مذکورہ مراحل کو عبور کرنے کے بعد اس کی روح ترقی پاتی ہے اور پھر بالآخر حصولِ کمال کے بعد واپس پلٹ آتی ہے۔

روحانی ترقی کے تقاضے

روحانی ترقی کے مراحل عبور کرنے کے حوالے سے ایک چیز بڑی توجہ طلب ہے کہ روحانی ترقی کے راستہ کے کچھ تقاضے ہیں، انھیں مکمل کیے بغیر اس سفر پر روانہ ہونا اور منزل کو پانا ناممکن ہے۔ ذیل میں روحانی ترقی کے چند تقاضے درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) تذکّر

اِس پورے سفر کی ابتداء سماع یعنی سننے سے شروع ہوتی ہے۔ سننے میں سب سے پہلا قدم تذکر ہے کہ بندہ جو سنے، اسے نصیحت میں بدل دے۔ سنتا تو ہر کوئی ہے مگر اُس کو تذکر میں نہیں بدلتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ، ۸۸: ۲۱)

”پس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں۔“

اگر کچھ حاصل کرنا ہے، تو جو سنیں، اس کو اپنے لیے نصیحت سمجھیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جو سنتے ہیں، اس کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دوسروں کے لیے ہے۔ یاد رکھیں! دوسروں کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں۔ جب کسی سے نصیحت سنیں تو اس نصیحت کو اپنے من پر وارد کریں، سنیں تو یوں لگے کہ ہم ہی اِس بات کے حق دار ہیں اور ہمارے لیے یہ بات کی گئی ہے۔ یوں لگے کہ اول سے آخر تک سارا مضمون ہمارے اوپر تھا۔ صحابہ کرام جب آقا ﷺ کا خطاب سنتے تو ہر صحابی اُس کو اپنے حال پر وارد کرتا، جو کچھ سنتا، اس کے اندر اپنے لیے مطابقت اور مناسبت تلاش کرتا کہ میرے اندر فلاں فلاں امور موجود ہیں اور ان ہی کے لیے آج مجھے نصیحت ملی۔ اگر ہمارے اندر اِس طرح کی سوچ ہو گی تو پھر یہ تذکر ہو گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے حال سے سب سے زیادہ خود واقف ہوتا ہے اور بندے سے اپنا چھپا ہوا کچھ نہیں ہوتا۔ اُس کی طبیعت کیا ہے؟ کس کس بات پہ ناجائز غصہ آتا ہے؟ کس چیز کا حرص و لالچ ہے؟ کس پر حسد ہے؟ کیسے انانیت، عجب اور خود پسندی آتی ہے؟ الغرض بندہ اپنے ایک ایک حال سے پردہ اُٹھا کر نصیحت کو اپنے اوپر وارد کرے اور اِس سے تذکر پائے۔ یہ پہلا قدم ہے۔ بندہ اپنے اندر کے حال کو اور نصیحت کے سماع کو جوڑ دے اور پھر تعین کرے کہ میرے کون کون سے امور کے لیے نصیحت ہوئی ہے۔

(۲) تفکّر

تذکر کے بعد ہے تفکر آتا ہے۔ جب تذکر نصیحت بن جائے، تو پھر غور کریں کہ میری یہ خرابی کہاں سے آئی ہے؟ ابتداء میں کہاں تھی؟ پچھلا زمانہ یاد کریں کہ کب تک نہیں تھی، پہلی مرتبہ کب آئی؟ کتنی رفتار سے بڑھتی گئی؟ کس کس شے نے میری اِس خرابی کو اور بڑھایا؟ الغرض اپنے من میں جھانک کر اپنا سراغ لگائیں اور اس بات کو جاننے کی کوشش کریں کہ کون سی چیز میرے نفس کو خوش کرتی ہے اور کون سی خوش نہیں کرتی؟ اصلاح کیسے کرنی ہے؟ نفس کی مخالفت کیسے کرنی ہے؟ اِن

چیزوں پر سوچ بچار کرنا، اپنا تجزیہ کرنا اور اپنی بہتری کی فکر کرنا، اِس سارے مرحلہ کو تفکر کہتے ہیں۔

نصیحت کا قبول کرنا تذکر تھا۔ اب اصلاح کی فکر میں لگ گئے، ایک تشویش ہوگئی، فکر دامن گیر ہوگیا کہ اب اِس سے کیسے نجات پاؤں؟ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ یہ تفکر ہے۔

(۳) توجہ اور تجمّع

روحانی ترقی کے حصول کے لیے تیسرا مرحلہ اور تقاضا توجہ اور تجمع کا ہے۔ بندہ جب تذکر کے بعد تفکر میں داخل ہوتا ہے تو ذہن میں انتشار ہوتا ہے کبھی ذہن اِدھر چلا جاتا ہے کبھی اِدھر چلا جاتا ہے، یکسوئی نہیں ہوتی۔ نماز میں بھی یکسوئی نہیں ہوتی، طرح طرح کے خیالات آتے ہیں، دھیان اور فکر منتشر ہوتی ہے۔ اس ذہنی انتشار سے بہت ساری سوچیں جنم لیتی ہیں، اُن کی کوئی سمت نہیں بنتی۔ فوکس (concentration) نہیں ہوتا۔ اس بات کو ہم درج ذیل امثال سے سمجھ سکتے ہیں:

۱۔ کیمرے سے فوٹو بنانے کے لیے پہلے اسے فوکس کرتے ہیں۔ کیمرہ اور اُس تصویر کے درمیان کے فاصلے کو فوکل length کہتے ہیں۔ فوٹو گرافر جانتا ہے کہ کس پر فوکس کرنا ہے اور کس پر نہیں کرنا، جبکہ ہم اصل چیز سے توجہ ہٹا دیتے ہیں اور غیر ضروری باتوں پر توجہ کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک گھنٹہ بھی ان کو سنتے رہیں تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ ان کا فوکس کیا ہے؟ فوکل پوائنٹ کیا ہے؟

۲۔ اسی طرح جن وکلا کا فوکس ٹھیک نہیں ہوتا، وہ کیس ہار جاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ توجہ نہیں دیتے کہ کس دلیل پر زور دینا ہے، کس پر نہیں دینا اور اس طرح وہ غیر ضروری کو ضروری بنا بیٹھتے ہیں اور ضروری کو غیر ضروری اور یوں کیس ہار جاتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح لوگ جوڈو کراٹے میں کئی اینٹیں اور لکڑیاں توڑتے ہیں۔ یہ بھی اسی وجہ سے ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنی توجہ کو فوکس کرتے ہیں اور پورے جسم کی طاقت کو فوکس کرکے ایک نقطہ اُرتکاز پر لاتے ہیں اور پھر ضرب لگاتے ہیں اور اس طرح اس ضرب میں دس بیس بندوں سے زیادہ طاقت آجاتی ہے۔

۴۔ صحت کے لیے ایک خاص ورزش یوگا ہے۔ اس یوگا میں بھی فوکس ہوتا ہے۔ depression کے مریضوں کو بھی فوکس کرواتے ہیں۔ صوفیاء تصورِ شیخ کرواتے ہیں، اسمِ ذات پر فوکس کرتے ہیں تاکہ ذہن سے انتشار ختم ہو۔ توجہ اور فکر کو فوکس کیے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔

۵۔ جب کسی کیاری یا زمین میں از خود گھاس پھوس اُگ آتی ہے تو ہم اُس کو اُکھاڑ پھینکتے ہیں، اِس لیے کہ زمین کا فوکس گھاس پھوس پر نہ ہو۔ زمین کی قوتِ تخلیق جس نے پودے کو نمو دینا، اس کی افزائش کرنا اور بڑا کرنا تھا، وہ قوت اس گھاس پھوس پر صرف نہ ہو، اس لیے اُس کو نکال پھینکتے ہیں، تاکہ زمین کی قوتِ تخلیق اصل پودے پر مرکوز ہو سکے۔

۶۔ اِسی طرح مختلف پودے جب بے ہنگم بڑھ جائیں تو باغ بھی اچھا نہیں لگتا، کیاریاں اچھی نہیں لگتیں تو مالی ان بکھری ہوئی ٹہنیوں کو کاٹتا ہے، اس سے ان کی شکل بھی خوبصورت ہو جاتی ہے اور نشوونما میں بھی فوکس آجاتا ہے اور انتشار ختم ہوتا ہے۔

یہی حال بندے کا ہے کہ غیر ضروری چیزوں پر توجہ لگی رہتی ہے اور ضروری چیزوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ روحانیت میں تذکر اور تفکر کے بعد اگلا مرحلہ اور تقاضا فوکس کا ٹھیک ہونا ہے، اُس فوکس کو توجہ اور تجمع کہتے ہیں۔ یاد رکھیں! ذہنی و قلبی انتشار بندے کو ڈی ریل کرتا ہے اور توجہ کی طاقت کو ختم کرتا ہے۔ اِنتشار کو ختم کرنا اور ساری سوچ، ہمت، توجہ، صلاحیت اور باطنی صلاحیتوں کو ایک نکتے پر مرکوز کرنے کو تجمع کہتے ہیں۔

(۴) تتبع

تتبع سے مراد اتباعِ شریعت و سنت ہے۔ تتبع ہمارے اندر نور پیدا کرتی ہے۔ مذکورہ تین تقاضوں کے بغیر جب تتبع کرتے ہیں تو اجر و ثواب تو ملتا ہے مگر ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر چاہیں کے ترقی ہو، کولہو کے بیل کی طرح ساری زندگی ایک ہی جگہ گھومنے میں نہ گزر جائے، اگر چاہیں کہ آگے بڑھیں اور منزلیں طے ہوں تو پھر تذکر، تفکر، تجمع اور توجہ کے ساتھ تتبع کو جوڑیں۔ اگر ہم اتباع کریں، پیروی کریں، نماز پڑھیں، سنت پر عمل کریں، تلاوت کریں مگر اُس میں فوکس نہیں ہے، اُس میں تجمع اور یکسوئی ہی نہیں ہے، تو ہم

روحانی ترقی نہیں کر سکتے۔ اتباعِ سنت و شریعت ہر وقت پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(۵) تحضر اور تخلق

روحانی ترقی کے لیے تتبع کے بعد تحضر اور تخلق کا مرحلہ آتا ہے۔ اہل لغت لکھتے ہیں کہ اگر گاؤں کا ایک آدمی شہر آئے اور شہر میں مستقل رہائش اختیار کرلے اور شہر والوں کا رہن سہن اپنا لے، اُن کے اخلاق اور طور طریقے اپنا لے، تو اِس کو تحضر اور تخلق کہتے ہیں۔

جب بندہ تتبع کرتا ہے تو تتبع کے لئے ایک وطن چھوڑنا پڑتا ہے اور دوسرا وطن اختیار کرنا پڑتا ہے۔ وطن اس علاقہ کو کہتے ہیں کہ جس سے بندے کی طبیعت مانوس ہو، اپنائیت لگے، جہاں طبیعت فرحت محسوس کرے اور جھجک محسوس نہ ہو۔

گناہ کی زندگی بھی ایک وطن ہے، اس لیے کہ جن لوگوں کو گناہ میں اجنبیت نہیں لگتی بلکہ اپنائیت لگتی ہے اور اللہ کی نافرمانی کے ساتھ طبیعت مانوس ہے، معصیت سے وحشت نہیں ہوتی تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ بندے نے گناہوں کو وطن بنا رکھا ہے۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بعض بندے جھوٹ، فریب، بخل اور دیگر رذائل کو اختیار کرتے چلے جاتے ہیں، اُن کو یہ لگتا ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، یہ رذائل ان کی زندگی میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ یہ بُری عادات، گناہ اور بُری خصلتیں جب طبیعت میں راسخ اور رچ بس جاتی ہیں تو وہ اس بندے کا وطن بن جاتی ہیں اور اُن سے وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ پھر گناہ کرتے ہوئے اسے حیرت نہیں ہوتی اور یوں لگتا ہے جیسے وہ اِسی وطن کا رہنے والا ہے۔

اس صورتِ حال میں ہمیں گناہوں کی زندگی سے ہجرت کرنا پڑتی ہے۔ یہ امر قابل ذکر کہ ہجرت کے بغیر ترقی نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اکثریت نے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کی۔ جس طرح بندے اللہ کے لئے ہجرت کرتے ہیں، اِس طرح ارواح اور طبیعتیں بھی ہجرت کرتی ہیں۔ طبیعت گناہ کے وطن سے مانوس تھی، اس نے توبہ کرلی، یہ بھی ہجرت کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح جب گناہ کے وطن سے نکلے اور نیکی اور تقویٰ کے وطن کو گھر بنالیا تو پہلے طبیعت گناہ کے گھر سے مانوس تھی، اب ہجرت کر کے جب زمانہ گزر جاتا ہے، گناہ کا وطن بھول جاتا ہے تو اب طبیعت نیکی کے گھر سے مانوس ہو گئی۔ اب مسجد میں میں داخل ہونے لگیں تو چاہیں بھی تو بائیں قدم کے بجائے دایاں قدم ہی مسجد میں رکھیں گے۔ پانی پیتے ہوئے بائیں ہاتھ سے گلاس اُٹھا ہی نہیں سکتے کیونکہ وطن بدل گیا ہے اور طبیعت، رجحان اور عادت بدل گئی ہے۔

ہجرت سے نئے وطن میں تحضر ہوتا ہے اور اُس وطن کے حال واحوال کا تخلق ہوتا ہے، پھر اُس وطن کا رنگ چڑھتا ہے، پھر بندہ اس وطن کی بولی سیکھتا ہے، اُس وطن کے لوگوں کے لباس پہنتا ہے، اُن جیسا رہن سہن اختیار کرلیتا ہے۔ یہ سارے رہن سہن تب آئیں گے جب اُس وطن کے لوگوں کے ساتھ صحبت و سنگت اور رفاقت کریں گے، تب جا کر تحضر ہو گا، ہجرت ہو گی اور نئے وطن میں سکونت ہو گی۔ جب بندے تخلق پر آجائیں گے تو اب یہاں پردے اُٹھتے ہیں اور رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور ترقی شروع ہو جاتی ہے۔

(۶) ریاضت اور مجاہدہ

گناہ کی زندگی سے نیکی کی زندگی کی طرف ہجرت کرنے کے بعد بندے کو ریاضت اور مجاہدہ کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں فرق ہے۔ نفس کی طبیعت کو چھوڑ دینا اور ہجرت کر کے نئی طبیعت میں چلے جانا اور اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا اِس کو ریاضت کہتے ہیں اور اِس سے اخلاق سنورتے ہیں۔

الریاضة وهو الخروج عن طبع النفس

نفس کی طبیعت سے نکل جانے کا نام ریاضت ہے۔

جبکہ نفس کو مشقت کا عادی بنانا، مجاہدہ ہے۔ نفس کی خواہش کے خلاف جو عمل ہے، اُس کی طبیعت اور عادت ڈالنا اور ہوائے نفس کی ہر حال میں مخالفت کرنا مجاہدہ کہلاتا ہے۔ اگر ہم نفس کو مشقت کی عادت ہی نہ ڈالیں تو نیک اعمال کا اجر اور ثواب تو ضرور ملے گا مگر ریاضت اور مجاہدہ میں پڑے بغیر قربِ الٰہی ممکن نہیں۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم ریاضت و مجاہدہ کے تصور سے ہی بے بہرہ ہیں۔ اگر کسی سے غلطی سے نادانستہ طور پر بھی ہمیں تکلیف پہنچ جائے تو ہم اسے بھی معاف نہیں کرتے۔ ہر شخص کے

سوچنے کے دو زاویے ہیں: سوچنے کا مثبت زاویہ بھی ہے اور منفی زاویہ بھی ہے۔ جب تکلیف پہنچانے والے کو ہم نے خوب برا بھلا کہہ دیا تو یہ ایک منفی سوچ ہے جبکہ دوسرا زاویہ یہ ہے کہ ہم نے تکلیف پہنچانے والے کی طرف اس لیے دیکھا ہی نہیں کہ وہ شرمندہ ہوگا۔ بس بات ختم ہوگئی، یہ مثبت سوچ ہے۔ ہم ہنس پڑے اور کہہ دیا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ سوچ کا یہاں تک آنا ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

بعض اوقات کسی کی ریاضت اِس میں ہوتی ہے کہ اُس کو دے کر آزمایا جاتا ہے اور کسی کو محروم رکھ کر آزمایا جاتا ہے۔ اگر اس نے دیا ہے تو اب اُس کا حساب ہوگا۔ اسی طرح کسی بندے سے اللہ محبت کرتا ہے اور اللہ کی محبت یہ نہیں چاہتی کہ اِس بندے سے زیادہ حساب ہو، پس وہ اُس کو دیتا ہی نہیں۔ نہ دے گا اور نہ حساب ہوگا۔ یہ اللہ کی محبت کا ایک الگ رنگ ہے۔ ہمیں کیا خبر کہ اللہ کی کون سی محبت کا رنگ اُس بندے کے ساتھ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا سے فرماتے ہیں: اے دنیا! میرے عاشقوں کے لیے کڑوی بن جا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے عاشق تیرے ساتھ دل لگائیں اور جو تیرے عاشق ہیں، اُن کے لیے میٹھی ہوجا تاکہ وہ تجھ سے لذت لیں۔

پس کسی کو آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے اور کسی کو آزمائش سے بچانا چاہتا ہے۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں، بندے کا کام یہ ہے کہ مولا کے ہر فیصلے پر راضی رہے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اِس سے بندے کی روحانی ترقی کی منزلیں شروع ہو جاتی ہیں اور پھر اُس کو وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى کا فیض ملتا ہے۔ بندے کو چاہئے کہ نہ ملنے کے ملال کو اپنے دل سے نکال دے۔ کمال تو یہ ہے کہ اپنی چاہت بھی چھوڑ دے۔ مل جائے تب بھی راضی اور نہ ملے تب بھی راضی۔ یہی بندے کی شانِ بندگی ہے، اِس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کمال عطا کرتا ہے۔

(۷) ادب

روحانی ترقی کے حصول کے لیے سب سے اہم تقاضا ادب ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیق ادب
بی ادب محروم ماند از لطف رب
بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

”ہم اللہ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ اِس لیے کہ بے ادب ہمیشہ اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب صرف اپنے آپ کو برباد نہیں کرتا بلکہ سارے اطرافِ عالم میں آگ لگا دیتا ہے۔“

یعنی ایک بے ادب شخص کی بے ادبی اُس کا اپنا خانہ تو خراب کرتی ہی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ پورے جہاں کو بھی آگ لگا کر بھسم کر دیتی ہے۔ یعنی یہ اس قدر اخلاق سوز عادت ہے۔

روحانی ترقی کے لیے ادب کو اختیار کرنا ہر ایک کے ذمے لازم ہے۔ ہر قسم کا گناہ اور ظلم بے ادبی میں شمار ہوتا ہے۔ حرص، توکل کی کمی، عقیدے میں یقین کی کمزوری اور ناشکری؛ یہ ساری چیزیں مل کر طبیعت میں بے ادبی پیدا کرتی ہیں جبکہ شکر کرنا، سخاوت کرنا اور بانٹ دینا ادب کہلاتا ہے۔

بے ادبی دو طرح کی ہوتی ہے: ۱۔ قولی بے ادبی ۲۔ عملی بے ادبی

آدمی کبھی زبان سے لفظ بول کر بے ادبی کرتا ہے، اُس سے بھی بچنا چاہیے۔ کبھی زبان سے تو لفظ نہیں بولتا مگر عمل ایسا کرتا ہے جو اسے بے ادب بنا دیتا ہے۔ ناشکری کا عمل، حرص کا عمل، اللہ پر بے اعتمادی اور بے یقینی کا عمل، توکل کے نہ ہونے کا عمل، یہ سارا طرزِ عمل بے ادبی ہے۔ بے ادبی قولی ہو یا عملی، یہ دونوں صورتوں میں اللہ رب العزت کے عذاب کو دعوت دیتی ہے اور اللہ کی رحمت اور نعمت سے بندے کو محروم کرتی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہمیشہ اپنا ایمان قائم رکھیں۔ اُس کے اوپر اپنے توکل اور یقین کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں۔ اُس نے جو وعدہ کر دیا ہے، اُس پر پختہ ایمان اور یقین رکھیں اور اللہ کے فرمان کی ہمیشہ اطاعت بجالائیں۔ سخاوت، توکل و بے نیازی، استغناء اور قناعت کو اپنی طبیعت کا حصہ بنالیں۔ جب طبیعت کو اِن خصائل اور اخلاق کے ساتھ مزین کریں گے تو یہ اللہ کے حضور ادب کہلائے گا۔

اللہ رب العزت ہماری زندگیوں کو روحانی ترقی کے تقاضے پورے کرنے اور ہر طرح کے ادب کے ساتھ زندگی کو شناسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ❀❀❀

آپ کے فقہی مسائل

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیر نگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: سود کی جامع تعریف کیا ہے؟

جواب: سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں۔ ربا سے مراد معینہ مدت کے قرض پہ وہ اضافہ ہے جس کا مطالبہ قرض خواہ مقروض سے کرتا ہے اور یہ شرح پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔ ذیل میں اس کی وضاحت دی گئی ہے:

لغت میں ربا کا معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی ہے۔ ابو القاسم الحسین بن محمد اصفہانی کہتے ہیں:

الربا الزيادة على راس المال لكن خصّ فى الشرع بالزيادة على وجه دُون وجه۔

اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں لیکن شریعت میں ہر زیادتی کو ربا نہیں کہتے بلکہ وہ زیادتی جو مشروط ہو، سود ہے، شرط کے بغیر اگر مقروض، دائن کو خوشی سے کچھ زائد مال دے تو جائز ہے سود نہیں۔ (اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ۱: ۱۸۷)

ائمہ لغت فرماتے ہیں:

الرِّبا رَبَوان فالحرام كُلّ قَرْض يُوخذ به اكثر منه او تجرُّبه مَنْفعة فحرام والذى ليس بحرام ان يَهبه الانسان يَسْتَدعى به ماهو اكثراو يُهدى الهدِيَّة لِيُهدَى له ماهو اكثر منها۔

زیادتی دو قسم پر ہے: حرام وہ قرض ہے جو زیادتی کے ساتھ وصول کیا جائے یا اس سے فائدہ (بطور شرط) حاصل کیا جائے، وہ حرام ہے۔ جو حرام نہیں وہ یہ ہے کہ مقروض مدت مقررہ پر اصل رقم پر بطور ہبہ کچھ اضافی مال قرض خواہ کو غیر مشروط دے دے۔ (ابن منظور، لسان العرب، ۱٤: ۳۰٤)

ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری لکھتے ہیں:

هوفى الشرع الزيادة على اصل المال من غير عقد تبايع۔ (ابن الاثیر الجزری، النہایۃ، ۲: ۱۹۲)

شریعت میں رباء کا مطلب تجارتی سودے کے بغیر، اصل مال پر اضافی منافع وصول کرنا۔

احمد بن علی الرازی الجصاص ابو بکر فرماتے ہیں:

هو القرض المشروط فيه الاجل و زيادة مال على المستقرض۔ (جصاص، احکام القرآن، ۲: ۱۸۹)

جس قرض میں مدتِ متعین کے ساتھ قرض لینے والے کو اضافی رقم دینا مشروط ہو۔

لہٰذا قرض میں دیئے ہوئے اصل مال پر جو اضافی رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعیین کے ساتھ لی جائے وہ سود ہے۔

اسلامی قوانینِ معیشت کے مطابق جس قرض کے ساتھ بھی قرض خواہ متعین مدت کے ساتھ معین رقم کا مطالبہ کرے گا، وہ سوائے سود کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ ضرورت مند کے ساتھ ظلم اور اس کا استحصال ہے اور اسلام ایسے ظلم اور استحصال کے خاتمے کے لیے آیا ہے۔

اس کے مقابلے میں اسلام کا طرزِ معیشت خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہے، جس میں قرضِ حسنہ کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نفع و نقصان کی شراکت کی بنیاد پر مضاربہ کی صورت میں سرمایہ کاری کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

سوال: جنتری، فال یا ستاروں کی چال دیکھ کر بچوں کے نام رکھنا کیسا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے بامعنی اور اچھا نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔ امام طوسی روایت کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا حَقُّ اِبْنِيْ هٰذَا؟ قَالَ (ﷺ) تَحَسِّنَ اِسْمَه، وَاَدَّبَه، وَضَعَه، مَوْضِعاً حَسَناً. (محمد بن احمد صالح، الطفل فی الشریعۃ الاسلامیۃ: ۷۴)

ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ (ﷺ) میرے اس بچے کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: تو اس کا اچھا نام رکھ، اسے آداب سکھا اور اسے اچھی جگہ رکھ (یعنی اس کی اچھی تربیت کر)۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ.

روزِ قیامت تم اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لیے اپنے نام اچھے رکھا کرو۔

(احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴، رقم: ۲۱۷۳۹)

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف اچھے ناموں کو پسند فرمایا بلکہ اچھے نام رکھنے کا حکم بھی دیا اور اسے بچے کا پیدائش کے بعد اولین حق قرار دیا۔ ستارے، جنتری یا فال کے ذریعے نام رکھنا توہم پرستی ہے اور شرعِ اسلامی میں توہمات کی کوئی حقیقت نہیں۔

سوال: اشیاء وافعال میں حرمت کے ثبوت کے ذرائع کیا ہیں؟

جواب: حرام کا لغوی معنی ممنوع، ناجائز اور روک دیا جانا ہے، ایسا فعل جس سے روکنا مقصود ہوتا ہے اس کو حرام کہا جاتا ہے۔ (ابراھیم مصطفی، المعجم الوسیط، ۱: ۱۶۹)

امام غزالی نے حرام کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

اَلْحَرَامُ هُوَ الْمَقُوْلُ فِيْهِ: اُتْرُكُوْهُ وَلَا تَفْعَلُوْهُ.

حرام وہ شے یا فعل ہے جس کے بارے میں ترک کر دینے اور نہ کرنے کا صریح حکم آیا ہو۔ (غزالی، المستصفی، ۱: ۴۵)

شیخ وھبہ زحیلی نے حرام کی تعریف اس طرح کی ہے:

اَلْحَرَامُ مَا طَلَبَ الشَّارِعُ تَرْكَهُ عَلَى وَجْهِ الْحَتْمِ وَالْإِلْزَامِ.

حرام وہ فعل ہے جس کو شارع نے حتمی اور لازمی طور پر ترک کرنے کا مطالبہ کیا ہو۔ (وھبۃ الزحیلی، اُصول الفقہ، ۱: ۸۰)

شریعت میں حرام اشیاء کو صرف ان کے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے، یہ فساد یا تو فعل کی ذات میں ہوتا ہے یا کسی خارجی امر کے ملنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر حرام کی دو اقسام ہیں: ۱۔ حرام لذاتہ ۲۔ حرام لغیرہ

۱۔ حرام لذاتہ وہ حرام ہے، جسے شارع نے اس کے ذاتی ضرر اور مفاسد کی وجہ سے حرام کیا ہے۔ ایسے ضرر اور مفاسد جو کسی حال میں بھی اس سے جدا نہ ہوتے ہوں۔ مثلاً زنا، چوری، قتل، شراب نوشی اور ایسے ہی دوسرے اُمور جو ذاتی طور پر حرام ہیں کیونکہ ان کے مفاسد ہمیشہ برقرار رہتے ہیں، کبھی مرتفع، معطل یا معدوم نہیں ہوتے۔

۲۔ حرام لغیرہ وہ حرام ہے، جو اپنی اصل ذات کے اعتبار سے مشروع ہو، کیوں کہ اس میں کوئی ضرر اور فساد نہیں ہوتا ہے، یا اس کی منفعت غالب ہوتی ہے، مگر اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز مل گئی ہو، جو اس کے حرام ہونے کا تقاضا کرے۔

مثلاً غصب شدہ زمین پر نماز پڑھنا، جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرنا، عیدین کے دن روزے رکھنا، حرام ہیں، یہ امور اپنی اصل کے اعتبار سے حرام نہیں، بلکہ نماز، بیع اور روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع اعمال ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مگر بالترتیب مغصوبہ زمین، اذان ہو جانے اور عیدین کے ایام کی وجہ سے حرام ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس حرمت کو 'حرمت لغیرہ' اور عمل کو 'حرام لغیرہ' کہا جائے گا کیونکہ کسی اور خارجی سبب نے فی

نفسہ کسی جائز عمل کو حرام بنا دیا۔ لہٰذا یہ ’حرمت مؤقت اور عارضی‘ ہوتی ہے۔

حرام کے ثبوت کے ذرائع

حرام کے ثبوت کے درج ذیل پانچ ذرائع ہیں:

(۱) لفظِ حرام اور اس کے مشتقات

وہ امور جنھیں قرآن مجید میں یا احادیث مبارکہ میں لفظ حرام یا اس کے مشتقات کے ساتھ بیان کیا جائے۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت ۲۴ میں حُرِّمَتْ (حرام کر دی گئی ہیں) کا لفظ آیت میں مذکورہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

(۲) نفیِ حلت

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ.

پھر اگر اس نے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ (البقرۃ، ۲: ۲۳۰)

اسی طرح حدیثِ مبارکہ میں ہے:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ.

(احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۷۲، رقم: ۲۰۷۱۴)

ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کے لیے ولی کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

مندرجہ بالا نصوص میں فَلَا تَحِلُّ اور لَا يَحِلُّ کے الفاظ حلال ہونے کی نفی کر رہے ہیں۔ اس لیے تیسری طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے بیوی حرام ہے اور کسی مسلمان کی مرضی کے بغیر اس کا مال کھانا بھی حرام ہے۔

(۳) صیغہ نہی

ایسا صیغۂ نہی جو ایسے قرینہ سے خالی ہو، جو اس کو حرمت سے پھیر دے۔ مثلاً:

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ. (بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۱)

”اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو۔“

یہاں لَا تَقۡتُلُوۡۤا (قتل مت کرو) یہ صیغۂ نہی ہے، جس سے فعل کا حرام ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

(۴) لفظِ اجتناب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ.

سو تم بتوں کی پلیدی سے بچا کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کیا کرو۔ (الحج، ۲۲: ۳۰)

اس آیت میں فَاجۡتَنِبُوۡا (پس تم پرہیز کرو) کے لفظ سے بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کا حرام ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

(۵) عقوبت کا تعین

جس پر دنیوی یا اخروی سزا کا بیان ہو، وہ حرام ہے مثلاً:

وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً. (النور، ۲۴: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں، تو تم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اَسّی (80) کوڑے لگاؤ۔

اسی طرح ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡيَتٰمٰى ظُلۡمًا اِنَّمَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيۡرًا. (النساء، ۴: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں (صرف) آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔

مذکورہ بالا آیات میں چونکہ جھوٹی تہمت لگانے پر اَسّی (80) کوڑے مارنے کا حکم ہے، جو کہ دنیوی سزا ہے اور یتیموں کے مال کھانے والوں کے لیے جہنم کی آگ کی وعید ہے، جو کہ اُخروی سزا ہے۔ چونکہ ان دونوں اَفعال پر سزا کا بیان ہے، اس لیے یہ اور اس قسم کے باقی اَفعال حرام ہوں گے۔

❁❁❁❁❁

تقویٰ کا مفہوم اور متقین کی علامات

اللہ پر توکل کرنے والوں کے لئے اللہ کافی ہے

متقین کے لئے اللہ غیب سے رزق کے اسباب پیدا فرماتا ہے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بندے کو تقویٰ اختیار کرنے پر متعدد نعمتیں اور رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

۱۔ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔

۲۔ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ۔

اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے۔

۳۔ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے (تو) وہ اس کے کام میں آسانی فرما دیتا ہے۔

۴۔ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُعۡظِمۡ لَہٗۤ اَجۡرًا۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اُس کے چھوٹے گناہوں کو اس (کے نامۂ اعمال) سے مٹا دیتا ہے اور اجر و ثواب کو اُس کے لیے بڑا کر دیتا ہے۔“ (الطلاق، ۶۵: ۲۔۵)

گویا اللہ تعالیٰ متقین کو دنیا میں درج ذیل صورتوں میں اپنے انعامات سے نوازتا ہے:

۱۔ دنیا و آخرت کے رنج و غم سے نکلنے کی راہ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ عالم غیب سے رزق کے اسباب پیدا فرماتا ہے۔

۳۔ جملہ معاملات اور امور میں آسانی پیدا فرماتا ہے۔

۴۔ صغیرہ گناہوں کو اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیتا ہے۔

☆ امام عبدالرحمن السلمی (الوصیۃ، ص: ۴۱) اپنے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اوصیکم یا اخی احسن اللہ توفیقکم ونفسی تقوی اللہ۔

”اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ میں آپ کو اور اپنے آپ کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔“ اس لیے کہ:

تقوی اللہ کفاك كل هم۔ (السلمی، الوصیۃ، ص: ۴۱)

”تقویٰ تمہیں دنیا کی ہر پریشانی سے نجات دلانے والا ہے۔“

پھر فرمایا: وان اتقیت الناس: اگر تم لوگوں سے ڈرتے رہے اور اللہ کو بھلا کر لوگوں کے دروازے پر چلے گئے اور منگتے بن کر ان کے سامنے کھڑے بھی رہے تو جان لو!

لن یغنوا عنك من اللہ شیئا۔

وہ تمہیں اللہ کی بارگاہ سے عاجز نہیں کر سکتے، اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتے، پھر بھی تمہیں اللہ کی ضرورت ہے۔

بندے کو اللہ تعالیٰ کی کتنی حاجت ہے؟ اس حوالے سے امام ابو بکر الشبلی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں سیکڑوں علماء، اتقیاء، محققین اور مصلحین کی صحبت میں وقت گزارا اور بڑے بڑے علماء کے ہاں زانوئے تلمذ تہہ کیا لیکن میری زندگی کا نچوڑ صرف ایک ہی حدیث مبارک بن گئی جسے میں نے اپنے قلب و

باطن میں انمول موتی کی مانند محفوظ کرلیا اور اپنی زندگی کا زادِ راہ اور نجاتِ آخرت بنالیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

واعمل للدنیا بقدر بقائك فیها واعمل للآخرۃ بقدر مقامك فیها۔ واعمل للّٰه بقدر حاجتك الیه واعمل للنار بقدر صبرك الیها۔ (الغزالی، ایھاالولد، ص: ۱۲۱)

اے بندے اس دنیا کے لیے اتنا کر جتنا تو نے اس میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا کر جتنا تو نے آخرت میں رہنا ہے۔ اور اپنے رب کے لیے اتنا کر جتنا تجھے اس سے حاجت رہتی ہے۔ اور دوزخ کی آگ کے لیے اتنا کر جتنا تو اسے برداشت کر سکتا ہے۔

چونکہ ہمیں اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے، کھانے پینے حتی کہ ہر ہر لمحے کے لیے خدا کی حاجت ہے تو پھر اے بندے تو اس کے لیے اتنا کر جتنا تجھے اس کی حاجت ہے۔

☆ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کا معنی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

ھی الخوف من الجلیل والعمل بالتنزیل والقناعة بالقلیل والاستعداد لیوم الرحیل۔

(الصالحی، سبل الھدی والرشاد، ج:۱، ص: ۴۲۱)

تقویٰ یہ ہے کہ رب جلیل کے جاہ و جلال سے خوف کھایا جائے۔ اس کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید پر عمل کیا جائے (خوشحالی ہو یا تنگی ہر حال میں بندہ اس کے احکامات پر عمل پیرا رہے) تھوڑی سی نعمت پر بھی قناعت کیا جائے۔ اور بندہ ہر وقت موت کی تیاری میں لگا رہے۔

اگر یہ ساری خوبیاں کسی وجود میں جمع ہو جائیں تو سمجھ لیں اللہ نے اسے تقویٰ کا پیکر بنا دیا۔

☆ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا:

المتقون ھم الذین یحضرون من اللّٰه عقوبة۔

(ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ج۱، ص۱۵۹)

متقین وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ واتقو اللّٰه حق تقاته کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا:

تقویٰ اللّٰه ان یطاع فلا یعصی۔ ویذکر فلا ینسی وان یشکر فلا یکفر۔ (ابن ابی شیبہ، ج:۷، ص: ۱۰۶، رقم: ۳۴۵۵۳)

اللہ کا تقویٰ یہ ہے کہ اس کی اطاعت اس انداز میں کی جائے کہ پھر بندہ نافرمانی نہ کر سکے۔ اور اس کو ایسا یاد کرو کہ پھر اسے کبھی نہ بھولو اور اس کا شکر ایسے ادا کرو کہ پھر اس کی ناشکری نہ ہو۔

یعنی اس کی یاد کو ایسے تھام لیں کہ پھر کوئی چاہ کر بھی اس کی یاد کو دل سے نہ نکال سکے۔ اور اس کی اطاعت میں ایسے مصروف ہو جائیں کہ گناہ چاہے بھی تو ہمارے باطن میں نہ جا سکے۔ اس کا شکر ایسے ادا کیا جائے کہ کفران نعمت نہ ہو سکے۔ گناہ کی طرف واپس نہ آسکیں اور گناہوں کی وادی سے ایسے ہجرت کر جائیں اور تقویٰ کا لباس پہن لیں کہ گناہ دوبارہ وجود میں نہ گھس سکیں۔ جب یہ مقام اور کیفیت کسی کو نصیب ہو جائے تو سمجھ لیں اللہ رب العزت نے اس کو راہِ تقویٰ کا مسافر بنا دیا ہے۔

☆ صاحب تفسیر مظہریؒ نے متقی کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

والمتقی من یقی نفسَه عما یضرّہ فی الآخرۃِ من الشركِ، وذلكَ أدناه، ومن المعاصی، وذلكَ أوسطُه، ومن الاشتغال بما لایعنیه، ویشغله عن ذکر اللّٰه تعالی، وذلكَ أعلاه، وھو المرادُ بقوله تعالی: حَقَّ تُقَاتِهِ۔ (۲۳،۲۴/۱)

متقی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو شرک سے بچائے جو آخرت میں اس کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ پھر تقوی کی تین قسمیں ہیں: (۱) شرک سے بچنا۔ اور یہ ادنی درجہ ہے۔ (۲) گناہوں سے بچنا ہے۔ اور یہ اوسط درجہ ہے۔ (۳) لایعنی باتوں اور چیزوں میں اشتغال سے بچنا اور ایسی چیز میں اشتغال سے بچنا اور احتراز کرنا جو آدمی کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔ اور یہ تقوی کا سب سے اعلی درجہ ہے اور یہی مراد ہے اللہ تعالی کا قول: ''حَقَّ تُقَاتِهِ'' سے۔ یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

☆ ملا علی قاریؒ نے فرمایا: المتقی فی الشریعةِ: الذی یقی نفسَه تعاطی ما یستحقّ به العقوبةَ مِن فعلٍ أو ترکٍ۔ (مرقاۃ: ۱۱۳۶/۳، تحت رقم حدیث: ۱۵۵۵)

شریعت میں متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو اس چیز کے ارتکاب سے بچائے جس سے وہ عذاب و سزا کا مستحق ہو گا، خواہ اس کا تعلق عمل سے ہو جیسے شراب پینا، یا ترکِ عمل سے ہو جیسے غیبت نہ کرنا، سود نہ کھانا۔

اور حضرت شہر بن حوشبؒ نے فرمایا:

المتقی الذی یترکُ ما لابأسَ به حذرًا عمّا به بأسٌ۔ (تفسیر مظہری: ۲۴/۱)

متقی وہ آدمی ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس میں کوئی قباحت نہ ہو اس چیز سے بچنے کے لیے جس میں کوئی قباحت ہو۔

☆ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا:

المتقی: مَن إذَا قال: قال للّٰهِ، ومَن إذا عمِل عمِل للّٰهِ۔ (تفسیر قرطبی: ۱۶۱/۱)

متقی وہ شخص ہے کہ جب بولے تو اللہ کے لیے بولے اور جب عمل کرے تو اللہ کے لیے عمل کرے، یعنی متقی کا ہر قول و عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے۔

☆ ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا:

المتقونَ الذینَ نزَعَ اللّٰهُ عن قلوبِهم الشهواتِ۔ (تفسیر قرطبی: ۱۶۱/۱)

متقی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے شہوتوں کو نکال دیا ہے۔

☆ حضرت طلق بن حبیب فرماتے ہیں:

التقویٰ اعمل بطاعة الله علی نور من الله۔ ترجوا ثواب الله وان تترك معصية الله علی نور من الله تخاب عقاب الله۔ (ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج: ۳، ص: ۶۴)

تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے نورِ ہدایت سے اللہ کی اطاعت کرے۔ اس کی طرف اجر و ثواب کی امید رکھے ہوئے ہو۔ اور اس کے نورِ ہدایت کے ذریعے سے ہر وقت اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے گناہوں کو ترک کرے۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تقویٰ کی جامع تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اے بندے میں نے جس حال میں تجھے دنیا میں بھیجا تھا، جب تم میرے پاس لوٹ کر آؤ تو اپنے آپ کو میرے حوالے اسی حال میں کرو جس حال میں تمھیں بھیجا تھا۔

یعنی اے بندے میں نے تجھے فطرت پر پیدا کیا تھا، جب میری طرف لوٹ کر آؤ تو اس فطرتِ سلیمہ پر قائم ہو۔۔۔ قلبِ سلیم دے کر بھیجا تھا تو جب میری طرف آؤ تو مجھے تمہارے دل میں چمکتا ہوا اجلا دل اسی طرح چاہیے جس طرح دیا تھا۔۔۔ جس طرح میں نے تمہارے اعضاء گناہوں سے پاک بنا کر بھیجے تھے، مجھے تمہارے اعضاء کی پاکیزگی بھی ویسے چاہیے جس طرح تمہیں دے کر بھیجا تھا۔۔۔ جس طرح تمہاری نگاہوں کو حیا دیا تھا، جب نگاہ مجھے واپس کرو تو مجھے وہی نظر درکار ہے جیسے تمہیں دی تھی۔۔۔ جس طرح تمہارے احساسات، شعور اور حواس خمسہ ظاہر و باطن تمہیں دیئے تھے، اے بندے جب تو مجھے ان نعمتوں کو واپس لوٹائے تو مجھے تمہارے ظاہری حواس بھی ویسے چاہئیں جیسے لے کر گئے تھے اور باطن بھی ویسا چاہیے جیسے لے کر گئے تھے۔

گویا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اللہ کی ہر ہر نعمت کا محافظ و نگہبان بن کے رہے اور نگاہ اٹھاتے وقت سوچے کہ میری نگاہ کسی ایسی جگہ نہ پڑ جائے کہ جہاں خدا ناراض ہو جائے۔۔۔ زبان سے کوئی چیز ادا ہو تو بندہ یہ سوچے کہ کہیں کسی لفظ سے خدا کی نافرمانی نہ کر بیٹھے۔۔۔ دل میں کہیں خدا کی یاد سے غفلت، نافرمانی اور حرام کی نیت نہ پیدا ہو جائے۔۔۔ اللہ نے قدم دیے تو قدم کہیں اس سمت نہ چلے جائیں جہاں خدا نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔ جذبہ، احساس سلامت رہے مگر کبھی ایسا شعور نہ پیدا ہو جائے کہ وہ کچھ کر بیٹھے کہ جس سے خدا ناراض ہو جائے۔

☆ سیدنا سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں:

انصار قبیلے کا ایک نوجوان تھا جو آقا ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھا کرتا تھا۔ اس نوجوان پر قیامت اور دوزخ کی آگ کا ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ ہر وقت اسی خوف کے حصار میں رہتا اور دوزخ کا ذکر سن کر روتا رہتا۔ اٹھتے، بیٹھتے، آتے جاتے ہر وقت اس پر قیامت اور دوزخ کی آگ کا خوف طاری رہتا۔ وہ پیکر آہ و بکا ہو گیا، جب بھی قیامت کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگ جاتا اور اس کی ہچکی بندھ جاتی اور اس

کے ایسے آنسو جاری ہوتے کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتے۔ یہاں تک کہ اس نوجوان نے اپنے آپ کو گھر میں قید کر لیا اور باہر نکلنا بند کر دیا۔

آقا علیہ السلام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نوجوان کی اس حالت کی خبر دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ جوان ہر وقت زار و قطار روتا رہتا ہے اور قیامت کے خوف کی وجہ سے گھر میں قیدی بن کر بیٹھا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور اس کے حال کی خبر لینے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نوجوان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ اقدس کے ساتھ لگا لیا۔ سینہ اقدس سے لگانے کی دیر تھی کہ اسی وقت اس نوجوان کی چیخ نکلی اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اور فرمایا کہ قیامت کا خوف اس کے دل میں ایسا وارد ہوا ہے کہ اس کے جگر کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔

(الحاکم المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۵۳۶، الرقم: ۳۸۲۸)

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ ایک روز ایک درخت کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھتے جا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی صحابی آیا اور کہنے لگا: یا امیر المومنین! ماجرا کیا ہے۔ اسی درخت کو دیکھے جا رہے ہیں۔ فرمایا:

لوددت انی کنت ھذہ الشجرۃ۔ (احمد بن حنبل، الزہد، ص ۱۱۲)

میری تو خواہش یہ ہے کہ کاش میں بھی درخت ہوتا کہ جسے اکھاڑا اور کاٹا جاتا اور قیامت والے دن حساب سے آزاد ہو جاتا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے سوال کرنے والے سے فرمایا کہ کیا کبھی آپ نے کانٹے دار جھاڑیوں سے بھرے ہوئے راستے کا سفر کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسے راستے سے آپ کیسے گزرے ہیں؟ عرض کیا: میں کانٹوں سے بچتا رہا اور کپڑوں کو سمیٹ کر احتیاط سے چلتا رہا۔ قدم رکھتے وقت بھی احتیاط کرتا اور قدم اٹھاتے وقت بھی احتیاط کرتا اور ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا رہا یہاں تک کہ کانٹوں بھرے رستے سے گزر گیا۔ فرمایا: اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ (جامع العلوم والحکم، ۴۰۲)

یعنی جو شخص راہِ تقویٰ پر چل رہا ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کہ کہیں کوئی معاصی اس کے جسم سے لگ نہ جائے۔۔۔ کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے۔۔۔ کوئی غفلت نہ ہو جائے۔۔۔ کان کوئی ایسی بات نہ سن لیں جو حرام ہے۔۔۔ زبان کوئی ایسی چیز نہ چکھ لے جو حرام ہے۔۔۔ دل میں کوئی ایسا گمان نہ آ جائے جو حرام ہے۔ تقویٰ کے راستے پر گامزن شخص اس طرح دنیا کے اندر اپنے آپ کو بچا کر چل رہا ہوتا ہے کہ وہ عجب، لالچ، طمع، بغض، عداوت اور کینہ، ظلم و زیادتی، فحش گوئی، بے راہروی اور اس طرح کے تمام رذائل سے اپنے دامن کو بچا کر سفر کرتا ہے۔

پس تقویٰ یہ ہے کہ کاروبار کرو مگر اس انداز سے کرو جس میں میرے محبوب کی منشاء ہے۔۔۔ لوگوں کے ساتھ میل جول رکھو مگر اس انداز سے رکھو جس میں خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ہے۔۔۔ اب رہنا اسی دنیا میں ہے اور اس دنیا سے فائدہ بھی اٹھانا ہے مگر یہ فائدہ تقویٰ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اٹھانا ہے اور ہر طرح کی بے راہروی اور غلط سوچ کو ترک کرنا ہی تقویٰ ہے۔

☆ ایک شخص سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے صحابی رسول! میں دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے جا رہا ہوں، مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے بندے تیرے لیے نصیحت یہ ہے کہ خدا کا تقویٰ اختیار کر، اس حال میں کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔

پھر فرمایا: اے بندے اگر تو صاحب تقویٰ رہنا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو زندہ بندوں میں شمار نہ کر بلکہ اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر۔

پھر فرمایا: کسی لمحے بھی کسی فقیر اور مظلوم کی بددعا نہ لے لینا، اس کی آہ سے بچنا۔ (احمد بن حنبل، الزہد، ص ۱۴۲)

☆ اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا۔

”اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔“ (الفرقان، ۲۵: ۶۳)

زمین پر آہستگی سے چلنے سے ایک مراد تو غرور و تکبر نہ کرنا ہے لیکن ایک مراد یہ ہے کہ عبادالرحمن جو صاحبانِ تقویٰ ہوتے ہیں، یہ لوگ دنیا کی لغزشوں اور برائیوں کی کانٹے دار جھاڑیوں سے بچ کر نیکی کی صاف و شفاف راہ پر چلتے ہیں۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے بھی ہیں اور اٹھاتے بھی ہیں تاکہ نہ قدم رکھنے پر خدا کی نافرمانی ہو اور نہ اٹھانے پر نافرمانی ہو۔ جن کی ہر نگاہ میں بھی نیکی ہوتی ہے اور ہر اٹھنے والے قدم میں بھی نیکی پیشِ نظر رہتی ہے۔ حتی کہ وہ عبادالرحمٰن کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ (الفرقان، ۲۵: ۶۳)

”اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔“

یعنی صاحبانِ تقویٰ جن کو اللہ رب العزت عبادالرحمن کے ٹائٹل سے مخاطب کر رہا ہے، یہ لوگ اپنی زبان کو بھی کنٹرول میں رکھتے ہیں۔

اگر ہم دورِ حاضر میں اپنے اعمال و کردار پر نظر دوڑائیں تو محسوس ہوتا ہے کہ جب ہم غصے، جلال اور غضب میں آجاتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ کن کی ہتک کر رہے ہیں۔۔۔ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کر رہے ہیں۔۔۔ کسی کی حق تلفی کر رہے ہیں اور کسی کے مقام کو گرا رہے ہیں۔۔۔ اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جبکہ عبادالرحمٰن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر قدم پر سوچتے ہیں کہ کہیں میری کسی ادا، میرے لہجے اور لین دین سے کسی کو کوئی نقصان تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟ میری سوچ اور میری نیت و فکر سے معاشرے میں کسی کو گزند تو نہیں پہنچ رہا۔۔۔؟ الغرض صاحبانِ تقویٰ اپنے ہر قول اور عمل حتی کہ اپنی سوچ اور باطن پر بھی پہرہ دیتے ہیں کہ کسی طرف سے بھی کوئی معمولی سی حرکت اور عمل بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی میں صادر نہ ہو۔

☆ سیدنا غوث الاعظمؓ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تقویٰ کو ترک کرنے سے توبہ کر لو کیونکہ تقویٰ دوا اور علاج ہے۔ اس کو چھوڑنا بیماری یعنی گناہ میں اضافہ کرنا ہے۔

(الفتح الربانی، ص: ۲۷۹)

☆ حضرت معروف کرخیؒ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ فرمایا: پاکیزہ لوگوں کے دل تقویٰ سے کشادہ ہوتے ہیں اور پھر نیکی کرنے سے دل چمکدار ہوتے ہیں جبکہ گناہگاروں کے دل فسق و فجور سے ظلمت کدہ بن جاتے ہیں اور گندی اور غلط نیت سے وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان سے بچتے رہو گے تو پیکرِ تقویٰ ہو جاؤ گے۔ (طبقات الصوفیاء، السلمی، ص: ۹۰)

☆ حضرت جعفر بن حنظلہ سفر کر رہے تھے کہ ایک فقیر آپ کی بارگاہ میں آیا اور وہ آتے ہی بیمار ہو گیا۔ اتنا شدید بیمار ہوا کہ چلنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ آپ نے سفر روک لیا اور وہاں کوئی جگہ کرائے پر لے کر اس فقیر کا علاج معالجہ کرنا شروع کر دیا۔ اس فقیر کی خدمت کرتے رہے حالانکہ آپ اس فقیر کو جانتے بھی نہ تھے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اتنی خدمت کی کہ اس کے پاؤں بھی دبائے۔

امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی اس فقیر کو افاقہ ہوتا تو مجھے خدمت کرتے ہوئے دیکھتا تو خوش ہو کر کہتا کہ اے بندے آپ بہت اچھے ہیں، کاش آپ یہودی نہ ہوتے۔ آپ اس کی یہ بات سنتے اور خاموشی سے خدمت کرتے رہے۔ ایک دن بھی آپ نے اس سے نہیں کہا کہ میں مسلمان ہوں اور تو مجھے یہودی کہتا ہے۔ آپ خاموش رہے اور اس کی خدمت کرتے رہے اور اسے اس کے قول کی وجہ سے شرمندہ کیا اور نہ ہی اس کی خدمت میں کوئی کمی آنے دی۔ (حدائق الحقائق، الرازی، ص: ۱۷۸)

پتہ چلا اللہ والے تحمل اور برداشت سے رہتے ہیں، وہ صبر والے ہوتے ہیں، وہ وسعت والے ہوتے ہیں۔ ان کے دل سمندر کی طرح ہوتے ہیں، وہ چھوٹی چھوٹی بات پر مشتعل نہیں ہوتے اور نہ جھگڑتے ہیں بلکہ صبر کرتے ہیں۔ یہ اولیاء کا شیوہ ہے۔ اس معاشرے کو بچانا ہے تو اولیاء و صالحین اور اتقیاء و ابرار کے شیوہ کو اپنانا ہوگا۔ اپنے مزاج کے اندر تقویٰ والی کیفیت پیدا کرنی ہوگی۔ اگر اہل تقویٰ بننا چاہتے ہیں تو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا۔ ہر ہر قدم پر خوفِ الٰہی طاری رکھیں گے تو بچیں گے اور اگر اللہ رب العزت کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا تو پھر دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی مقدر ہوگی۔

❁❁❁❁❁

شہرِ اعتکاف 2023ء

زوال پذیر معاشرتی اقدار و قرآنی احکامات کے موضوع پر

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے فکری اور ایمان افروز خطابات

خصوصی رپورٹ: محمد یوسف منہاجین

حرمین شریفین کے بعد دنیائے اسلام کی سب سے بڑی اعتکاف گاہ تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام ''شہرِ اعتکاف'' کے نام سے جامع المنہاج بغداد ٹاؤن میں سجائی جاتی ہے۔ 1990ء سے لے کر اب تک 30 سالانہ شہر اعتکاف آباد ہو چکے ہیں۔ جن میں نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے ہزارہا معتکفین و معتکفات شریک ہوتے ہیں۔ اس شہرِ اعتکاف کا مقصد معتکفین کو تعلق باللہ، ربطِ رسالت، رجوع الی القرآن کی طرف متوجہ کرنا اور تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تہذیبِ اخلاق اور علمی، فکری اور روحانی تربیت کے ذریعے انفرادی و اجتماعی سطح پر اصلاحِ احوال کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ اس شہرِ اعتکاف کو قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی سرپرستی حاصل ہے جبکہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری معیت اور ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی ہمہ جہتی نگرانی اس اجتماعی اعتکاف کا طرہ امتیاز ہے۔

شہرِ اعتکاف 2023ء (رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ)

امسال بھی الحمدللہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام شہرِ اعتکاف بسایا گیا جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ''زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات'' کے موضوع پر خصوصی خطابات ارشاد فرمائے۔ علاوہ ازیں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے بھی تربیتی لیکچرز دیئے۔ ۲۰ رمضان المبارک/ 11 اپریل 2023ء کو شہرِ اعتکاف کے آغاز پر چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر MQI ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظمِ اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور اور نائب ناظمِ اعلیٰ محمد جواد حامد نے معتکفین کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہزاروں معتکفین و معتکفات کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

مہنگائی کے اس دور میں جہاں زندہ رہنا مشکل ہو گیا اور میسر اور دستیاب وسائل سے ضروریات کہیں بڑھ گئیں۔ اس صورتِ حال کے باوجود شہرِ اعتکاف میں تعداد پچھلے سال سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ طالبانِ حق اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور اعمال و احوال، اخلاق اور زندگی کے اطوار سنوارنے کے لیے اس طوفان زدہ ماحول میں کثیر تعداد میں آئے ہیں۔ خواتین و حضرات کی اتنی بڑی تعداد میں شرکت ان کے جذبۂ ایمانی اور طلبِ صادق کا ثبوت ہے۔ نیک عزم کے ساتھ اللہ کے دروازے پر سائل و منگتا بن کر بیٹھنے کا تمسک ہے کہ جس نے آپ کے لیے تمام رکاوٹیں دور کر دی ہیں۔ اس شہرِ اعتکاف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حسنِ عبادت و ریاضت بھی ہے، حسنِ معاملات بھی ہے، تعلیم و تربیت بھی ہے، بنیادی عقائد میں فکری پختگی بھی ہے، کیریئر کونسلنگ اور کریکٹر بلڈنگ بھی ہے، فقہ اور احکامِ شریعت کی

تعلیم بھی ہے، تلاوتِ قرآن اور تجوید قرآن اور حلقاتِ التربیہ بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان میں برکت اور رزق میں کشادگی عطا فرمائے۔مرکزی انتظامیہ اور پاکستان بھر کے رفقاء، تنظیمات اور شرکاءاعتکاف خواتین وحضرات کو مبارکباد دیتا ہوں۔

☆ اس شہر اعتکاف کی جملہ علمی، فکری اور روحانی سرگرمیاں www.minhaj.tv اور www.minhaj.org اور تحریک کے سوشل میڈیا پر موجود جملہ اکاؤنٹس سے براہ راست نشر کی گئیں۔شہر اعتکاف کی اجمالی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

ا۔فقید المثال انتظامات

منہاج القرآن کے زیر اہتمام اس شہرِ اعتکاف میں اندرون وبیرون ملک سے ہزارہا معتکفین شریک ہوئے۔اِن ہزارہا معتکفین و معتکفات کی رہائش اور سحر وافطار کے خصوصی انتظامات کیے گئے۔ ہزاروں خواتین معتکفات اور سیکڑوں معتکف بچوں کے لیے علیحدہ انتظامات کیے گئے۔ معتکفین کی سہولت کیلئے شہر اعتکاف کو مختلف بلاکس میں تقسیم کیا گیا۔منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے ایمرجنسی میڈیکل ایڈ سنٹر قائم کیا گیا۔جہاں ڈاکٹرز، ڈسپنسرز اور درجنوں افراد پر مشتمل معاون طبّی عملہ نے 24 گھنٹے خدمات سرانجام دیں۔

☆ شہر اعتکاف کے جملہ انتظامات نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم بریگیڈیر (ر) اقبال احمد خان، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈاپور اور نائب ناظمِ اعلیٰ محترم محمد جواد حامد کی زیر نگرانی قائم درجنوں کمیٹیوں میں شامل سیکڑوں ممبران نے سرانجام دیئے۔علاوہ ازیں جملہ نائب ناظمین اعلیٰ انجینئر محمد رفیق نجم (شمالی پنجاب)، علامہ رانا محمد ادریس (سنٹرل پنجاب)، سردار شاکر خان مزاری (جنوبی پنجاب)، نور اللہ صدیقی (نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئرز)، احمد نواز انجم (نائب ناظم اعلیٰ بلوچستان)، مظہر محمود علوی (نائب ناظم اعلیٰ سندھ)، چودھری عرفان یوسف (نائب ناظم اعلیٰ KPK، گلگت بلتستان)، جی ایم ملک، سید الطاف حسین شاہ گیلانی، عبدالرحمن (ناظم مالیات)، ملک محمد فضل (ڈائریکٹر اکاؤنٹس)، میاں ریحان مقبول (PAT)، راجہ زاہد محمود (PAT)، جملہ مرکزی ناظمینِ دعوت، جملہ ناظمین تربیت، صدر یوتھ رانا وحید شہزاد، صدر MSM شیخ فرحان عزیز، علامہ غلام مرتضیٰ علوی، صدر علماء کونسل علامہ امداد اللہ خان قادری، ناظم علماء کونسل علامہ میر آصف اکبر، منہاج القرآن ویمن لیگ، محترمہ فرح ناز، محترمہ سدرہ کرامت اور جملہ سربراہان شعبہ جات، جملہ سربراہان مرکزی تعلیمی ادارہ جات، منہاج ٹی وی، سوشل میڈیا سیل، منہاج انٹرنیٹ بیورو اور دیگر شعبہ جات اور نظامتوں میں سے ہر ایک نے اپنے ذمہ عائد ذمہ داریوں کو احسن طور پر نبھایا اور اس سالانہ شہر اعتکاف کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مذکورہ قائدین اور ان کے زیر انتظام قائم جملہ کمیٹیوں کے ممبران کو اعلیٰ انتظامات پر مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

۲۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے خطابات

شہر اعتکاف میں تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، اصلاحِ احوال اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔امسال شہر اعتکاف 2023ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ”زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات“ کے موضوع پر 9 خصوصی خطابات ارشاد فرمائے۔ شیخ الاسلام کے یہ خطابات منہاج ٹی وی، آفیشل یوٹیوب چینل ڈاکٹر قادری، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے روزانہ براہِ راست نشر کیے گئے۔ (ان خطابات کے خلاصہ جات اس رپورٹ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

۳۔تحریک میں درجہ ”محسن“ کا اجراء

امسال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے رویۂ احسان پر گفتگو کرتے ہوئے تحریک منہاج القرآن کے رفقاء و کارکنان کے لیے ایک نئے درجہ (rank) کا اجراء فرمایا۔اس حوالے سے آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ 1981ء سے لے کر آج تک تحریک منہاج القرآن کے کارکنان ”رفقاء“ تھے۔اب 42 سال کے بعد رفقاء کے اندر ایک اور درجہ بنا رہا ہوں۔یہ درجہ رفقاء، اراکین اور وابستگان میں سب سے اعلیٰ درجہ ہوگا۔جو ”المحسنون“ یا ”حلقہ محسنین“ کہلائے گا۔انگلش میں اسے The people of Moral and spiritual excellence کہیں گے۔

''المحسنون'' میں شامل ہونے کے لیے رفقاء کو جس پہلے درجہ میں شامل کیا جائے گا، وہ ''الطالب الصادق'' کا درجہ ہے۔ اس درجہ میں شامل لوگ اللہ کے رضوان اور خوشنودی کے طالب ہوں گے۔ اس درجہ میں تعلیم و تربیت کے لیے میں نے ''ایھا الولد الصالح'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں ''اسلام، ایمان اور احسان'' اور ''سلوک و تصوف کا عملی دستور'' بھی ''الطالب'' کو باقاعدہ پڑھاتے ہوئے اسے علمی، فکری اور روحانی تربیت دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ''ھولآء الطالبون'' کے نام سے ایک مزید رسالہ لکھنے کا بھی ارادہ ہے۔

''الطالب'' کے بعد بندہ اگلے درجہ ''السالك الطريق'' میں داخل ہوگا۔ یعنی طریق الی اللہ۔ اس درجہ میں شامل احباب کی تربیت کے لیے ایک رسالہ ''الرسالہ القادریہ فی سلوك الطريق الی اللہ'' تحریر کیا ہے، جسے باقاعدہ درساً پڑھایا جائے گا۔

سالک کے درجہ کے بعد ''محسن'' کے درجہ میں داخل ہوں گے۔ محسن کے لیے ''رسالہ الفتوۃ والاحسان'' اور ''رسالہ معرفہ فی تحقیق التوحید'' ہوں گے جن میں ان کی رہنمائی کا سامان ہوگا۔ گویا ''الطالب، السالک اور محسن'' کے تین درجات ہوں گے۔

درجہ محسن تک پہنچنے کے لیے پہلے درجہ ''الطالب'' میں داخل ہونا ہوگا۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ جن کے دل میں میری اس گفتگو کو سن کر عباد محسنین میں شامل ہونے کا ارادہ وجذبہ پیدا ہو جائے تو وہ نام لکھوا دے۔ نام لکھوانے کے بعد ہر شخص اپنے معاملات کی خود نگرانی کرے کہ اعتکاف کے دس دنوں میں جو کچھ اس نے سنا، اس پر کس حد تک عمل پیرا ہو سکا۔ اس طرح اپنی رپورٹ تیار کریں۔ یہ اپنے آپ کو جاننے کا ایک پیمانہ ہے۔ یعنی غصے پر کتنا قابو پایا۔۔۔ عفوودر گزر کتنا کیا۔۔۔؟ سخاوت اور ادب و احترام کتنا آیا۔۔۔؟ دوسروں کو نفع پہنچانا اور ان کی مدد کرنا کتنا آیا ہے۔۔۔؟ الغرض اس طرح اپنے آپ کو جانچیں اور جب آپ خود محسوس کریں کہ رویۂ احسان پر میں اس حد تک عمل پیرا ہو گیا ہوں، تو اس حوالے سے ایک رپورٹ مرکز بنا کر بھیجیں۔ اس پر مرکز آپ کے فیملی ممبران، دیگر رفقاء سے آپ کے احوال کی خبر لینے کے بعد آپ کو درجہ بہ درجہ طالب سے سالک اور پھر محسن کے درجہ پر فائز کرے گا۔

یہ ایک مکمل مرحلہ ہوگا جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد ہی کسی کو اس فہرست میں شامل کیا جائے گا۔ اس کی کوئی فیس نہیں ہے بلکہ صرف کردار سازی ہے۔ رفاقت کے مقام سے بلند کر کے آپ کو اللہ کے عبادالمحسنین میں شامل کرنا ہے۔ اس کے لیے پچھلے سال کے اعتکاف دس کے دس لیکچرز بار بار سنیں۔ اس سال کے لیکچرز بھی بار بار سنیں، اپنا محاسبہ کریں اور پھر اپنا جائزہ لیں۔

☆ اس موقع پر شیخ الاسلام نے محترم حاجی عبدالغفور صاحب (لندن) کو تحریک میں محسن اول ڈیکلیئر کیا۔

۴۔ ''آداب صحبت اور اصلاحِ احوال'' کے عنوان سے منعقدہ تربیتی نشستوں سے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے خطابات

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے شہر اعتکاف میں ''آدابِ صحبت اور اصلاحِ احوال'' کے عنوان سے منعقدہ خصوصی تربیتی نشستوں سے خطابات کیے۔ ان نشستوں کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے چیئرمین سپریم کونسل نے کہا کہ اس سلسلہ وار گفتگو میں ہم اس موضوع کو سمجھنے اور اس کی روشنی میں سلوک، تصوف اور اصلاحِ احوال اور صحبت کے آداب کو سیکھنے کی کوشش کریں گے تاکہ جب ہم 10 دن کے بعد یہاں سے جائیں تو یہ کلمات ہمارے باطن میں سرایت کر چکے ہوں اور ہمارے قلوب و اذہان کی وادی میں داخل ہو چکے ہوں اور ان کے سبب وہاں ایسا نور بن جائے کہ وہ نور ہمارے ظاہر کو بھی منور کر دے اور باطن کو بھی اجلا کر دے۔ اس سلسلہ وار گفتگو میں ہم چند کتب کا مطالعہ کریں گے، جن میں امام ابی عبدالرحمن السلمیؒ کی کتب؛ آداب الصحبة، طبقات الصوفیه، جامع آداب الصوفیه، عیوب النفس، کتاب الوصیة، مناهج العارفین شامل ہوگی۔ علاوہ ازیں امام غزالی کی کتاب ایھا الولد بھی زیر مطالعہ رہے گی۔

صحبت کیا ہے؟آداب اور اخلاق کیا ہیں؟ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ امام سلمی فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں کامیاب ہونا ہے اور دنیا کے خطرات اور آلائش سے محفوظ رہنا ہے تو کسی اہل اللہ کی صحبت اختیار کرلو اور اگر اہل اللہ میں سے کوئی مل جائے تو اُن کی صحبت میں بیٹھنے کی عادت بنالو۔ آنا جانا اور بات ہے مگر کسی کا ہو جانا اور ہے۔ عادت کا مطلب ہے کہ جو نہ چاہتے ہوئے بھی ہو جائے۔ جب عادت بن جائے گی تو بری عادات ختم ہو جائیں گی۔

فلاح کے حصول کے لیے دوسرا کام یہ کر کہ شر پسند لوگوں کی صحبت سے محفوظ رہا کر۔ یعنی نیک کام کرنے، اخیار و ابرار کی صحبت اپنانے کے ساتھ بری صحبت سے پرہیز بھی کرنا ہوگا۔ جس طرح ڈاکٹر کی بتائی گئی ادویات اس وقت اثرات مرتب کریں گی جب اس کے بتائے ہوئے پرہیز کو بھی اختیار کیا جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ جس قوم سے مشابہت رکھتا ہے، وہ ان ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ گویا اب بندے پر منحصر ہے کہ اگر وہ اللہ کے فقیروں، محبوبوں اور مقربان الٰہی کی مشابہت رکھے گا، ان کی صحبت اختیار کرے گا، ان جیسے اعمال کرے گا تو ان میں اٹھایا جائے گا اور اگر اللہ کے نافرمان بندوں کی مشابہت اختیار کرے گا، ان جیسے اعمال کرے گا تو ان ہی میں اٹھایا جائے گا۔

امام سلمی نے ایک اور حدیث مبارک بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بندے تو مومن کے سواء کسی کی صحبت اختیار نہ کر اور متقی کے علاوہ کوئی تیرا کھانا نہ کھائے۔'' اس لیے کہ الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔ ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس دیکھ کہ تیرا دوست کون ہے۔''

متقی کے علاوہ کسی کو کھانا نہ کھلانے کا مطلب ہے کہ انسان اسی کو کھانے پر بلاتا ہے جس کے ساتھ اس کا یارانہ ہوتا ہے، جس سے وہ بے تکلف ہوتا ہے، جس سے اپنے دل کا حال بیان کر سکتا ہے۔ اگر وہ اللہ والا ہوا تو تیرے باطن اور روح کو دنیا کی غلاظت سے بچالے گا اور اگر وہ دنیادار اور اللہ کا نافرمان ہوا تو اس کی صحبت کا ایک لمحہ بھی تیرے تمام نامہ اعمال کو تباہ کر دے گا۔

☆ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے دوران اعتکاف اس عنوان کے تحت پانچ منفرد موضوعات پر خطابات کیے۔ یہ خطابات تحریک کے جملہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۵۔ ''سبل العشاق (عشاق کے راستے)'' کے عنوان سے منعقدہ تربیتی نشستوں سے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے خطابات

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے شہرِ اعتکاف میں ''سبل العشاق (عشاق کے راستے)'' کے عنوان سے منعقدہ تربیتی نشستوں سے خطابات کیے۔ ان تربیتی نشستوں کے لیے ''سبل العشاق'' کے عنوان کو منتخب کرنے کا سبب اور ان نشستوں کی غرض و غایت سے آگاہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ ہر دور میں فتنے اپنے عروج پر رہے ہیں اور ہر دور میں ایمان کی حفاظت کا ذریعہ اہل اللہ اور صوفیاء ہوتے جن کی صحبتوں میں جا کر لوگ آباد ہوتے اور اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان کرتے۔ اگر ہم پورا سال اعمال صالحہ کرتے رہیں تو وہ اعمال ہمارے ایمان میں اضافہ کا موجب تو بنیں گے مگر حفاظت کا موجب نہ بنیں گے۔ اس لیے کہ شیطان کا کوئی بھی سخت حملہ ہمارے ایمان کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ جس امر میں ایمان کی حفاظت ہے، وہ صرف اللہ والوں کی صحبت ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں آکر جب بھی وقت گزاریں گے تو وہی ایمان کی حفاظت کی ضمانت ہے۔

منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام شہر اعتکاف بھی دراصل اسی طرح کا ایک موقع ہے جہاں ہم دین کی سمجھ کے لیے آتے ہیں۔ شہر اعتکاف بھی دراصل اہل اللہ کی صحبت اور مجلس میں آکر بیٹھنا ہے جس میں ہم اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کو یقینی بنانے آتے ہیں۔ شیخ

الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری تعلیماتِ اسلام کے نور سے ہمارے باطن کو روشن کرتے ہیں۔ یہ دس دن حصولِ علم اور تزکیۂ نفس کے ہیں۔ یہ دس دن دراصل ریفریشر کورس ہے جہاں سے ہم علمِ دین سیکھ کر اپنی آئندہ زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔

وارثانِ علوم نبوی، اہل اللہ، بزرگانِ دین کی زندگیوں کے اندر ایسے لاتعداد واقعات ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اطاعت و خشیتِ الٰہی، خشوع و خضوع، تقویٰ و ورع پر مبنی ہیں۔ قرآن مجید کے اندر انبیاء کرام اور اہل اللہ کے واقعات کے بیان کا مقصد ہمیں ان پاک طینت لوگوں کے ساتھ جوڑنا ہے اور ان کی زندگی کے مطابق اپنی زندگی کو بسر کرنا ہے۔ اعتکاف کے دنوں میں سُبُل العشاق کے ٹائٹل کے تحت دراصل ان پاکیزہ نفوس کے واقعات سے اپنے لیے ہدایت کی روشنی حاصل کرنا ہے۔ ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد متحرک ہونا، آمادہ منزل ہونا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رغبت و شوق کو بڑھانا ہے۔ یہ واقعات ہمارے قلب و روح پر ایک خاص قسم کے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یہ واقعات اور ان واقعات کے اندر پیدا ہونے والی کیفیات ہمارے باطن میں پائے جانے والے نیکی کے جوہر کو متحرک کرتی ہے اور ہمیں تقربِ الٰہی کی منزل کی طرف آمادہ کرتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات سن کر ہم ان سے استفادہ کریں اور اپنی زندگیوں کے اندر ان ہی رونقوں کو پھر سے بحال کریں اور ان رتوں کو پھر سے زندہ کردیں۔ اس زمانے نے ہمارے باطن کو خزاں آلودہ کردیا ہے، دنیاداری اور دنیاداری کے افکار اور رغبتوں کا غلبہ ہے۔ ان حالات میں ان بزرگوں کے واقعات سنتے جائیں اور اپنے خیالات کو انہی ادوار میں لے جائیں، قرونِ اولیٰ میں جینا شروع کردیں، جیسے ہم ان کے سامنے ہیں اور ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے کہ اس دنیا نے اللہ کے غم اور اس کی محبت کے جذبات کو ختم اور فنا کردیا ہے۔ پھر سے ان ہی تذکروں کو پڑھ کر ان رتوں کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے شہرِ اعتکاف میں چھ منفرد موضوعات پر اظہارِ خیال کیا اور صحابہ کرام ؓ، تابعین، تبع تابعین، اسلاف اور ائمہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے معتکفین کی علمی و روحانی تربیت کی۔ ان کے خطابات تحریک کے جملہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر ملاحظہ کریں۔

۶۔ تربیتی حلقہ جات، فقہی نشستیں اور محافلِ قرأت و نعت کا انعقاد

☆ شہرِ اعتکاف میں حسبِ معمول معتکفین کی علمی و روحانی تربیت کے لیے باقاعدہ علمی اور تربیتی و تدریسی حلقہ جات کا انعقاد کیا گیا۔ تربیتی حلقہ جات میں نظامتِ تربیت اور نظامتِ دعوت کے اسکالرز و معلمین نے قرآنیات، فقہ اور قرأت و تجوید کے موضوعات پر لیکچرز دیئے اور تجوید، عربی گرائمر اور بنیادی فقہی مسائل بارے آگاہی دی۔ علاوہ ازیں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام قائم ہونے والے 25 ہزار مراکزِ علم میں پڑھائے جانے والے نصاب کے لیے معلمین کی ٹریننگ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ ان حلقہ جات کے لیے نظامتِ تربیت اور شعبہ کورسز کی طرف سے معتکفین کی علمی و فکری تربیت کا ساماں کیا جاتا رہا۔

☆ شہرِ اعتکاف میں مفتی اعظم منہاج القرآن محترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی کی فقہی نشستیں حسبِ سابق روزانہ منعقد ہوئیں۔ جس میں معتکفین کی طرف سے پوچھے گئے فقہی سوالات کے جواب محترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے ارشاد فرمائے۔

☆ شہر اعتکاف میں امسال بھی تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام اور شیڈول کے مطابق ہر رات محافلِ قرأت و نعت کا اہتمام کیا گیا۔ اِن محافل میں ملک کے نامور قراء حضرات نے تلاوتِ قرآن کی سعادت حاصل کی اور معروف ثناء خوانان نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ اِن محافل میں نقابت کے فرائض صفدر علی محسن، تسلیم احمد صابری، محترم علامہ غلام مرتضیٰ علوی اور نظامتِ دعوت و تربیت کے ناظمین نے سرانجام دیئے۔

۷۔ تحریک کے مختلف فورمز اور نظامتوں کے زیر اہتمام تربیتی نشستوں کا انعقاد

شہر اعتکاف میں تحریک منہاج القرآن کے ذیلی فورمز اور نظامتوں نے بھی اپنے اپنے فورم، نظامت اور شعبہ سے متعلقہ احباب کی تربیت کے لیے علمی و فکری نشستوں کا اہتمام کیا۔ اس ضمن میں مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ، منہاج القرآن یوتھ لیگ، شعبہ فہم دین کے زیر اہتمام شہر اعتکاف میں متعدد نشستوں کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور اور جملہ نائب ناظمین اعلیٰ، صدر یوتھ، صدر MSM اور دیگر مرکزی قائدین نے متعدد موضوعات پر لیکچرز دیئے۔

☆ علاوہ ازیں منہاج القرآن کے تعلیمی و تربیتی اداروں اور مختلف شعبہ جات کی کارکردگی کے حوالے سے بھی معتکفین کو بریفنگز دی گئیں کہ کس طرح یہ مرکزی شعبہ جات اور تعلیمی ادارہ جات معاشرے میں توازن و اعتدال کو فروغ دینے اور قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سیرتِ مصطفی ﷺ کے نور کو عام کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔

۸۔ شہر اعتکاف میں خواتین اور بچوں کے لیے اعتکاف کا خصوصی اہتمام

☆ حسبِ سابق ہزاروں خواتین بھی امسال شہر اعتکاف کا حصہ تھیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی اسکالرز کے زیرِ نگرانی ان خواتین کے لیے تربیتی حلقہ جات بھی منعقد ہوئے۔ ان تربیتی حلقہ جات میں قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کے بنیادی اصول، عملی مشق کے ذریعے نماز پڑھنے کا طریقہ، بنیادی فقہی مسائل، روزمرہ معاملات کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات اور حقوق العباد کے موضوع پر تربیتی نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ صدر منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری، محترمہ فرح ناز، محترمہ سدرہ کرامت اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم کی عہدیداران مختلف تربیتی نشستوں کے ذریعے معتکفات کی علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت میں مصروف عمل رہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی جملہ عہدیداران اور اعتکاف میں شریک ہزارہا خواتین کو خصوصی مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا کہ آج کے نامساعد حالات کے باوجود خواتین کا اس قدر کثیر تعداد میں اعتکاف کرنا ان کی دین اسلام سے محبت و وابستگی کا اظہار ہے۔

☆ امسال بھی منہاج القرآن ویمن لیگ کے ذیلی فورم ایگرز کے زیر اہتمام کڈز اعتکاف کا الگ سے اہتمام کیا گیا جس میں سیکڑوں بچوں اور بچیوں نے خصوصی شرکت کی۔ کڈز اعتکاف بچوں کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کا ایک جامع پروگرام ہے۔ جس میں 7 سال سے لے کر 10 سال کی عمر تک کے بچے شریک ہوتے ہیں۔ ان بچوں کو اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کے انداز، فرض و مسنون عبادتیں، آداب اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سیرت و اخلاق سنوارنے کے متعلق تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے شہر اعتکاف میں سیکڑوں بچوں کی شرکت پر منہاج القرآن ویمن لیگ، ایگرز اور ان بچوں کے والدین کو خصوصی مبارکباد دی جو اپنے بچوں کے ایمان کو محفوظ بنانے کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔

۹۔ جملہ طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا شہرِ اعتکاف کا دورہ

زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد میں سے کثیر افراد نے ہر روز شہر اعتکاف کا دورہ کیا۔ ان میں علماء، مشائخ، سیاستدان، وکلاء، صحافی حضرات، اساتذہ اور طلبہ نمایاں ہیں۔ بالخصوص علماء و مشائخ کی ایک کثیر تعداد محترم علامہ امداد اللہ قادری، محترم علامہ میر آصف اکبر اور منہاج القرآن علماء کونسل کی دعوت پر شیخ الاسلام کے خطابات کو سننے کے لیے خصوصی طور پر تشریف لاتی رہی۔

۱۰۔سالانہ عالمی روحانی اجتماع 2023ء

تحریک منہاج القرآن کے شہر اعتکاف میں 27 ویں شب رمضان، لیلۃ القدر کا عالمی روحانی اجتماع جامع المنہاج بغداد ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ روحانی اجتماع کی تقریب شہر اعتکاف سے منہاج ٹی وی کے ذریعے براہ راست نشر کی گئی۔ شہر اعتکاف میں جملہ شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد بالخصوص علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں ہزاروں معتکفین و معتکفات اور ملک بھر سے عشاقان مصطفی کی بڑی تعداد بھی عالمی روحانی اجتماع میں شریک تھی۔ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، جملہ مرکزی نائب ناظمین اعلیٰ، ناظمین، سربراہان فورمز و شعبہ جات اور رفقاء و کارکنان تحریک بھی اجتماع میں شریک تھے۔ قراء حضرات نے تلاوتِ قرآن اور نعت خوانان نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ سالانہ عالمی روحانی اجتماع میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ''دعا'' کے موضوع پر خصوصی خطاب ارشاد فرمایا۔ (اس خطاب کا خلاصہ رپورٹ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

۱۱۔اعتکاف کے موقع پر شائع ہونے والی نئی کتب

امسال عالمی روحانی اجتماع کے موقع پر تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کے باب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نئی کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ علاوہ ازیں حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کا ''سفر نامہ'' اور شیخ حماد مصطفی المدنی کی زیرِ ادارت سہ ماہی انگلش میگزین (online) بھی منصۂ شہود پر آیا۔ ڈائریکٹر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ محمد فاروق رانا نے اس موقع پر درج ذیل کتب کا تفصیلی تعارف پیش کیا:

(۱) اَلنَّهْضَة (Renaissance): نشأۃ ثانیہ

☆ شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے بطور ایڈیٹر انچیف النهضة میگزین کا اجرا کیا ہے جس کا پہلا شمارہ اسی ماہِ رمضان المبارک میں online شائع ہوا ہے۔ منہاج القرآن کی تاریخ میں انگریزی زبان میں شائع ہونے والا یہ پہلا بین الاقوامی معیار کا سہ ماہی تحقیقی میگزین ہے۔

(۲) اَلْاِكْتِمَال فِي نَشْأَةِ عِلْمِ الْحَدِيْثِ وَطَبَقَاتِ الرِّجَال

☆ یہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اصول الحدیث پر عربی زبان میں مرتب کردہ سلسلہ کتب میں سے ایک منفرد کتاب ہے۔

(۳) تصوف اور لزومِ قرآن و سنت (۴) حسنِ ادب

(۵) یزید کے کُفر اور اُس پر لعنت کا مسئلہ (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

(۶) سلسلہ تعلیماتِ اِسلام: (17) حقیقتِ بدعت (ازالۂ اِشکالات)

7. *The Principle of Change in Islamic Law* by Huzoor Shaykh-ul-Islam

(۸) الروض الباسم من خلق النبي القاسم

☆ شیخ الاسلام کی کتاب حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے حسین تذکرہ پر تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۹) سفر نامہ حضرت فریدِ ملتؒ

☆ حضرت فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے اسفار میں سے ایک اہم سفر نامہ جو آپ نے ایران، عراق، ترکی اور شام کے اہم مقامات کی زیارت کے لیے کیا۔ اس میں حضرت فرید ملتؒ کا تفصیلی تعارف اور اس موضوع پر جامع مقدمہ بھی شامل ہے۔

(۱۰) سوشل میڈیا اور ہماری زندگی (فوائد و نقصانات) اَز ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
(۱۱) اِستحکامِ جماعت اور فکری وحدت اَز ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
(۱۲) اَسرارِ قرآن (رُشد و ہدایت کا اُلوہی نصاب) اَز پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری
(۱۳) غصہ اور ڈپریشن (اِسلام اور جدید اَفکار کے تناظر میں) اَز پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری
(۱۴) نصاب برائے مراکزِ علم (پہلا سمسٹر)

☆ یہ آئندہ پانچ سالوں میں تحریک کے زیرِ اہتمام ملک بھر میں 25 ہزار مراکز علم کے لیے پہلے سمسٹر کا نصاب ہے۔

خطاباتِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

شہرِ اعتکاف میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ''زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات کے موضوع پر جو خطابات ارشاد فرمائے، ان خطابات کے خلاصہ جات نذرِ قارئین ہیں:

ا۔ پہلا خطاب: موضوع: باب مدینۃ العلم اور علم و حکمت

۲۱ رمضان المبارک حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت کی مناسبت سے آج ہم علم و حکمت کی اہمیت و فضیلت کو ان کے اقوال کی روشنی میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ تحریک منہاج القرآن کے اہداف میں علم کو زندہ کرنا، پھیلانا اور علم کے کلچر کو زندہ کرنا اور ہر شخص کو علم کے ساتھ جوڑنا بنیادی ہدف ہے۔ اگر ہم اس پر فوکس نہیں کرتے تو گویا ہم نے تحریک کے مقصد کو نہیں سمجھا۔ علم نور ہے، نور کے بغیر زندگی اور ماحول ظلمت ہوتی ہے۔ ہماری زندگی کی الجھنوں کی وجہ علم کی کمی، فقدان اور جہالت ہے۔ زندگی لوگوں کے ساتھ رویوں، افکار، نظریات، خیالات سے عبارت ہے اور یہ سب علم سے جنم لیتا ہے۔ علم نہیں تو فکر و نظریہ نہیں اور فکر و نظریہ نہیں تو زندگی کا مقصد نہیں اور مقصد نہیں تو کوئی رویہ قابل تعریف نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (الزمر، ۳۹:۹)

''کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔''

اللہ سب کو برابر دیکھتا ہے مگر یہ برابری ربوبیت میں ہے، اس کے علاوہ بہت سے اسباب ہیں جو فضل کی وجہ سے ملتے ہیں، ان اسباب میں سے ایک فضیلت علم ہے۔ علم سے معمور زندگی اور علم سے محروم زندگی برابر نہیں ہو سکتی۔ جن کو جتنا درجہ علم میں بڑا دیا، انھیں اتنی زیادہ فضیلت دی۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا مدينة العلم وعلی بابها۔ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے شہر علم کا دروازہ قرار دیا ہے اور واضح فرما دیا کہ جو میرے شہر تک آنا چاہے وہ علی کے علم کی طرف آئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے فیض اتم حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اس لیے آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ کے کلمات ارشاد فرماتے کہ مجھ سے پوچھ لو جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی نے یہ جملہ نہیں بولا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (مجھ سے پوچھ لو، قبل اس کے کہ مجھے تم نہ پاؤ۔ مجھ سے آسمان کے راستوں، کناروں، گزرگاہوں کا پوچھ لو۔ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسانی گزرگاہوں کو جانتا ہوں۔'' یہ اشارہ اخروی علم کی طرف تھا کہ مجھے اس کثرت سے اخروی علم ملا ہے۔ (اس موضوع کی مزید تفصیل کے لیے میری کتاب القول القیم فی باب مدینۃ العلم سے پڑھ لیں۔)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے جوامع الکلم کا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوامع الکلم کا فیض امت میں سب سے بڑھ کر ملا۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔ اس سے ہمیں اپنے اعمال و احوال کی اصلاح کا سبق اور ہدایت و نصیحت ملے گی۔ فرمایا:

علم ایک ایسا وجود ہے کہ جس کا سر تواضع وانکساری ہے۔ یعنی صاحبِ علم کو متواضع و منکسر المزاج ہونا چاہیے جس میں تواضع نہیں اس کا علم سر کٹا ہے۔ علم بڑائی اور تکبر نکال دیتا ہے۔ علم کی توقیر طرزِ تکلم، لب و لہجہ، لباس، باڈی لینگویج میں نظر آنی چاہیے۔ اسلاف علم پہنچاتے تو ادب کو ملحوظ رکھتے۔ آج ہم مجالس علم میں ادب سے محروم ہیں۔ علم، تواضع، تعظیم و تکریم، وضع داری دیتا ہے۔ اگر اٹھنے بیٹھنے اور کلام میں وضع داری نہیں ہے تو وہ علم دوسروں کو فائدہ نہیں دیتا۔ اس لیے کہ جو علم، درس دینے والے کو نہ بدل سکا، اس نے سننے والوں کو کہاں بدلنا ہے۔

فرمایا: علم کی آنکھ، حسد سے پاک ہونا ہے۔ یعنی اگر عالم ہو کر دوسروں سے حسد کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نابینا ہے۔ فرمایا: علم کا کان؛ فہم و فراست ہے۔ علم کی زبان؛ صدق و صداقت ہے۔ علم کا دل؛ نیت کا نیک ہونا ہے۔ علم کی عقل؛ معرفت ہے۔ علم کے ہاتھ؛ رحمت و شفقت ہیں یعنی صاحبِ علم پیکر رحمت و شفقت ہوتا ہے۔ علم کے پاؤں؛ علماء کی زیارت ہیں۔ یعنی اہل علم، صالحین کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں۔

فرمایا: علم کی اہمیت؛ سلامتی و عافیت ہے۔ علم کی حکمت؛ پرہیز گاری ہے۔ علم کا ٹھکانہ؛ نجات ہے۔ یعنی دنیا میں ذلت سے نجات اور آخرت میں عذاب سے نجات ہے۔ علم کی سواری؛ وقار و تمکنت ہے۔ یعنی علم وقار دیتا ہے اور ذلت سے نکال دیتا ہے۔ فرمایا: جو علم صرف زبان پر رہے، وہ بے قدر ہوتا ہے۔ علم وہ ہے جو انسان کے اعضاء و جوارح سے بولے اور علم سے انسان کی سیرت و کردار بدل جائے۔

۲۔ دوسرا خطاب: موضوع: ”والدین کے حقوق اور واجبات“ (قرآن مجید کی روشنی میں)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔۔۔ (بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۳۔۲۵)

اس آیت میں اللہ کے حکمِ توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے ساتھ احسن اور بھلائی کا رویہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ وہ لوگ جو معاشرے پر اثرات رکھتے ہیں اور چھوٹوں کی تربیت کرنا جن کی ذمہ داری ہوتی ہے، والدین ان تمام طبقات میں سب سے بلند و بالا ہوتے ہیں۔ بچے کی پیدائش سے قبل سے لے کر بچے کی جوانی تک والدین کا ہر لمحہ بچے کے لیے احسان ہوتا ہے۔ والدین سے بڑھ کر بچوں پر کوئی احسان کرنے والا نہیں۔ اس لیے اللہ نے والدین کے ساتھ بچوں کو بھی احسان کا حکم دیا۔ افسوس ہمارا معاشرہ بداخلاق لوگوں کا ہجوم بن گیا ہے اور یہ عمل ختم ہو گیا۔ ماڈرن ٹیکنالوجی نے شرم و حیاء اور تمام اقدار ختم کر دی ہیں جبکہ والدین کے ساتھ بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے میں بھی ادب کا حکم ہے۔ والدین منبع و سرچشمہ ہیں جن سے احسان، بھلائی، ادب و تکریم کا کلچر جنم لیتا ہے۔ جو اولاد والدین کے ساتھ عزت و تکریم اور احسان کا رویہ نہیں رکھتی، وہ کسی سے احسان نہیں کرتی۔ جس معاشرے میں والدین کے ساتھ احسان نہیں ہے، اس معاشرے میں احسان و بھلائی کا کلچر ختم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید و عبادت کے فوری بعد والدین کے ساتھ احسان و سلوک کا حکم دیا۔ یہاں دو چیزیں توجہ طلب ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی دعوت اور شرک نہ کرنے کا ذکر کر کے فوری طور پر وبالوالدین احسانا فرمایا اور درمیان میں فاصلہ نہیں آنے دیا۔ یعنی خالقیت و ربوبیت کے ساتھ ظہور کے مرتبہ میں والدین کے حق والدیت کو جوڑ دیا۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ میری عبادت کا استمرار و تسلسل والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔ جو والدین کا نافرمان ہے، وہ اللہ کا عبادت گزار نہیں کہلا سکتا۔ خواہ وہ جو کچھ مرضی نیک اعمال کرتا پھرے۔ جس طرح اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمام نعمتیں عطا فرمائیں، وہ خالق و مالک ہے اور جس طرح اس کے رب ہونے میں کوئی اس کے مساوی نہیں، اسی طرح والدین کے ساتھ کوئی مساوی نہیں۔ آیت میں احسانا حال کے طور پر بیان ہوا ہے۔ یہاں واحسنوا بالوالدین (والدین کے ساتھ احسان کرو) نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: والدین کے ساتھ اس طرح ہو جاؤ کہ سراپا احسان و سلوک ہو جاؤ۔ والدین کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ سلوک کرتے کرتے پیکرِ احسان ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے بالوالدین احسانا فرمایا ہے، الی الوالدین احسانا نہیں فرمایا۔ الی آجاتا تو احسان کرنے والے اور جس پر احسان کر رہے ہیں، اس میں فاصلہ آجاتا ہے جبکہ باء میں وصل ہو جاتا ہے کہ احسان میں فرق اور فاصلہ نہ آئے۔ اگر احسان ساتھ جڑا رہے اور کبھی جدا ہی نہ

ہو تو باء آتا ہے اور اگر کبھی احسان ہو اور کبھی نہ ہو تو الی آتا ہے۔ قرآن مجید کے بقیہ تمام مقامات پر جہاں بھی احسان آیا ہے، وہ الی کے ساتھ آیا ہے۔ اس سے واضح کرنا مقصود یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا رویہ ہمیشہ جڑا رہے۔

دوسری طرف والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کو ان کے بچپن میں باادب اور نیک بنانے کی طرف توجہ دیں۔ اب اگر اولاد کو اس قابل بنایا ہوگا، تب ہی وہ والدین کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات ہوگی۔

☆ اس موقع پر شیخ الاسلام نے مذکورہ آیت کے تحت کئی تفسیری نکات بیان فرمائے۔ اس موضوع پر خطاب کے دوران شیخ الاسلام نے تمام معتکفین و معتکفات کو والدین کی عزت و احترام کے لیے علامتی طور پر کھڑا کیا اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ والدین کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

۳۔ تیسرا خطاب: موضوع: والدین کے حقوق و واجبات (احادیث نبویہ کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (الاحقاف، ۴۶: ۱۵)

اوزعنی کا معنی الھمنی ہے کہ مجھے اس امر کا فہم اور توفیق دے کہ میں اس امر کی اہمیت سمجھوں اور اس پر عمل کروں۔ اس آیت میں اعمال صالحہ کی دعا سے پہلے والدین کے لیے دعا ہے اور بعد میں اپنی اولاد کے لیے دعا ہے۔ دونوں کے درمیان اعمال صالحہ کا ذکر ہے۔ مراد یہ ہے کہ میری نیکی کو دیکھ کر میری اولاد نیک ہو جائے۔ جو والدین چاہیں کہ ان کی اولاد نیک بنے تو وہ خود نیک بنیں۔ ان کی سیرت اولاد کے اندر آئینہ بن کر ظاہر ہوگی۔ جس اولاد نے عمر بھر گھر میں برے اخلاق دیکھے، ان سے اچھے اعمال و اچھے اخلاق کی توقع کیسے کر سکتے ہیں۔ اس لیے بچوں کے دل و دماغ پر اچھے نقوش چھوڑیں۔ ہم بچوں کے بچپن کو لاڈ پیار میں ضائع کرتے ہیں اور نسلیں تباہ کر دیتے ہیں۔ آیت مبارکہ میں وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ۔ ”میرے لیے میری اولاد میں نیکی اور خیر رکھ دے۔“ کے چار معانی ہیں:

۱۔ میرے والدین میرے لیے جس طرح تھے، مجھے اپنی اولاد کے لیے بھی اس طرح کا بنا دے۔

۲۔ جس طرح میرا دل اپنی اولاد کے لیے تڑپتا ہے، اسی طرح ان کو بھی ہمارے لیے محبت کرنے والا بنا دے۔

۳۔ میری اولاد کو میرے لیے اسی طرح احسان کرنے والا بنا دے جس طرح میں اپنے والدین کے لیے ہوں۔

۴۔ مجھے اپنی اولاد کی تربیت کی اسی طرح کی توفیق دے جس طرح میرے والدین نے میری تربیت کی۔

ہم پر واجب ہے کہ جس طرح ہمارے ولدین نے ہمارے لیے کیا، اسی طرح ہم بھی اپنی اولاد کو نیک سیرت و اخلاق منتقل کریں۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی کی سزا اسی دنیا میں اللہ دیتا ہے۔ بقیہ ہر عمل کی سزا قیامت کے دن تک موخر ہو سکتی ہے۔ مگر نافرمانی والدین کی سزا موخر نہیں ہوتی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین کے ذریعے والدین سے حسنِ سلوک کی تلقین کی۔ ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ای العمل احب الی اللہ؟ اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔“ معلوم ہوا کہ اللہ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا درجہ جہاد سے بھی پہلے رکھا۔

”ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں فرمایا: جاؤ، ان کی خدمت کرو، یہی جہاد ہے۔“ اندازہ کریں وہ زمانہ جہاد کا تھا۔ جہاد کا ماحول تھا، ہر ایک پر لازمی تھا کہ وہ جہاد کرے۔ مگر آپ ﷺ اسے والدین کی خدمت کی تلقین کر رہے ہیں۔

اندازہ لگائیں کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں اور ہمیں کیا سکھایا جا رہا ہے۔ ہمیں رسمیات، عملیات، فسادات کا دین سکھایا گیا ہے۔ اس سے ہمارے اندر گھٹن پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ہم دین کی ترجیحات کو نہیں جانتے۔ ہمارے اندر وسعت نہیں ہوتی۔ یہ اعتکاف گاہ عبادت

اور دین کے صحیح تصور اور تعلیمات کے حصول کے لیے ہے۔ کئی لوگ گھر میں والدین کی خدمت نہیں کرتے، ان کی نافرمانی کرتے ہیں مگر باہر نیکیاں کر رہے ہیں۔ یہ سارے اعمال رائیگاں جائیں گے۔ جس نے والدین کو دکھ پہنچایا اور باہر نیکی کی تو اس نے سب سے بڑے واجب کو ترک کیا۔ اسے کوئی نیکی کیسے بچائے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپ دادا کی تعظیم کرو، تمہاری اولادیں تمہاری تعظیم کریں گی۔ تم دوسروں کی عورتوں کی عزت کو محفوظ کرو، اللہ تمہارے گھر کی عورتوں کی حفاظت کرے گا۔''

جس معاشرے میں آداب و اخلاق نہ ہوں، وہ معاشرہ جانوروں کا معاشرہ ہے۔ والدین کی نافرمانی بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔ نافرمان اولاد مرنے سے قبل اپنے والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں دیکھ لے گی اور اس کی اولاد اس کو وہ سزا دے گی جو وہ اپنے والدین کے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز اپنے والدین کی خیریت پوچھتا ہے، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ حضرت ابوامامہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ والدین کا حق کیا ہے؟ فرمایا: والدین؛ اولاد کی جنت اور دوزخ ہوتے ہیں۔ اولاد؛ والدین کے ذریعے جو بھی دروازہ کھولنا چاہے، ان سے حسن سلوک اور عدم حسن سلوک سے کھول سکتا ہے۔'' اگر والدین کے ساتھ رویہ سنور جائے تو بقیہ معاشرتی رویوں، رشتوں اور قدروں کو سنوارنا آسان ہو جاتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک معاشرہ کی خیر اور بھلائی کی بنیاد ہے۔

☆ اس موقع پر شیخ الاسلام نے والدہ اور والد دونوں کے الگ الگ حقوق بھی تفصیلاً ذکر فرمائے۔

۴۔ چوتھا خطاب: موضوع: رویۂ احسان (ہر ایک سے بھلائی)

جب اسلامی احکامات نازل ہوئے تو اہلِ ایمان کو فکر مندی لاحق ہوگئی کہ ماضی میں جو اعمال کیے، ان کا کیا بنے گا؟ تحویل قبلہ سے قبل 15 ماہ مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، تحویل قبلہ کے بعد کئی لوگوں کو پچھلے 15 ماہ کے بارے میں فکری مندی ہوگئی۔ ان کی اس فکر مندی پر اللہ نے حکم دیا کہ اللہ تمھارے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی حکم نازل ہوتا ہے، اسی وقت سے وہ امر و نہی اور شریعت کا اصول بنتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اس طرح کی فکر مندی اور تشویش ہوتی ہے تو یہ بذاتِ خود ایمان ہے۔ اگر انسان گناہ، ظلم اور زیادتی کرے اور اسکی پرواہ بھی نہ ہو کہ میں یہ کیا کر رہا ہوں تو اس کو مردہ ضمیر کہتے ہیں۔ جبکہ فکر مندی اور تشویش ہونا ایمان ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ میں یکے بعد دیگرے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کا ذکر چار مرتبہ کیا گیا ہے۔ اس اسلوب سے معلوم ہوا کہ ایمان کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ایمان ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح عمل صالح بھی ترقی کرتا ہے۔ ہر شخص سے اس کے ایمان کے مطابق عمل درکار ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک سے ایک ہی طرح کا عملِ صالح درکار ہے بلکہ جس کا درجۂ ایمان جس قدر مضبوط ہے، عملِ صالح بھی اس سے اسی قدر مضبوط درکار ہے۔ ایمان، تقویٰ اور عملِ صالح آپس میں جڑے ہوئے ہیں جو انسان کو روحانی ترقی دیتے ہیں۔ جوں جوں ایمان بلند ہوتا چلا جاتا ہے، توں توں تقویٰ اور عملِ صالح بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مومن؛ ایمان، تقویٰ اور عملِ صالح کے باب میں ایک جگہ نہیں رکتا۔ اگر نیکی کی اور اس جگہ رک گئی اور انسان کو اسے اونچا کرنے کی فکر نہ ہو تو پھر نیکی، نیکی نہیں رہتی۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ میں ایمان، تقویٰ اور عمل صالح کو چار مرتبہ بیان کرنے کے بعد فرمایا واحسنوا اور احسان کیا کرو۔ گویا ایمان، تقویٰ اور عمل صالح جب ترقی کرکے اپنے آخری مرتبہ کو پہنچیں تو اس کو احسان کہتے ہیں۔ جب بندہ پیکرِ احسان ہو جائے تو وہ بھلائی کا چشمہ بن جاتا ہے۔ اس کا ہر عمل اور سوچ بھلائی پر مبنی ہوتی ہے یعنی اس کے زبان، ہاتھ اور سوچ سے شر ہو ہی نہیں سکتا۔

آج کا پیغام سراپا بھلائی بننے کے لیے کوشش کرنا ہے۔ سراپا احسان ہونے کی مثال اسی طرح ہے کہ جیسے چراغ سے کبھی اندھیرا نکل ہی نہیں سکتا۔ پس انسان مانند چراغ بن جائے۔ بلب اور چراغ کی جہات ہیں، اسی طرح انسان کی بھی جہات ہیں۔ ایک جہت سوچ ہے کہ سوچ میں بھی برائی نہیں آسکتی۔ ایک جہت زبان ہے کہ اس کی زبان سے بھی برائی نکل نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ (الاحزاب: ۳۵)

ہم مراسم کے دین پر عمل پیرا ہیں جبکہ اللہ نے اس آیت میں جو ترتیب بیان کی اس سے ترجیحات کا تعین ہو گیا۔ اللہ نے ذکر کو آخر میں بیان کیا جبکہ ہم الٹ ہو گئے ہیں کہ ہم پہلے ذکر کرتے ہیں اور اس سے پہلے مذکور چیزوں؛ اسلام، ایمان، فرمانبرداری، صدق، صبر، عاجزی، صدقہ و خیرات اور عزت و عصمت کی حفاظت پر عمل نہیں کرتے۔ اس ترتیب نے اعلان کر دیا کہ مذکورہ چیزوں کو اپنانے والے جب ذکر کرتے ہیں تو ان کا ذکر اپنی مثال آپ ہوتا ہے اور پھر اس کو دیکھنے سے ہی اللہ یاد آجاتا ہے۔ اس کے وجود میں سے اللہ کی یاد پھوٹتی ہے۔ ان مذکورہ تمام چیزوں کا مجموعہ احسان ہے۔ اس ترتیب کے مطابق ان چیزوں کو اپنانے والا پیکر احسان و بھلائی ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ (فصلت، ۴۱: ۳۴)

”اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی، اور برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو۔“

اس آیت میں بھی اسی تصورِ احسان کو واضح کیا گیا کہ برائی اور بھلائی برابر نہیں ہو سکتے۔ ہم بھلائی اور برائی کے mixture ہیں۔ وہ برائی و بدی جو ہمارے مزاج سے نکلتی ہے، ہم اس کو بدی و برائی سمجھتے ہی نہیں۔ ہم نے صرف رسمی عبادات کو نیکی کا نام دے رکھا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی کوئی دوسرا ہم سے برائی کرے تو اس کو اچھی طریقے سے دور کریں۔

ہمارے عقیدہ و مسلک میں امید کو اتنا غالب کر دیا گیا کہ ہم تقویٰ اور نیکی کی اہمیت سے ہی غافل ہو گئے ہیں۔ ہر کوئی جنت کے ٹکٹس بانٹ رہا ہے اور بیڑے پار کر رہا ہے۔ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ عمرہ و حج سے سمجھتے ہیں کہ ہم بخشے گئے۔ اعراس میں چلے گئے تو بخشش ہو گئی۔ رفقا بن گئے تو جنت مل گئی، ایسا نہیں ہوتا۔ دین مذاق نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ 23 سال صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت نہ کرتے بلکہ ایک ہی عمل سے انھیں جنت دے دیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر شعبہ میں محنت کی، تب وہ جنت کی طرف گئے۔ جنت کا ملنا ایک مکمل پیکج ہے جبکہ ہم نے موسمی دین اپنا رکھا ہے۔

☆ اس موقع پر شیخ الاسلام نے کئی دیگر آیات کی روشنی میں بھی ”احسان“ کے مفہوم کو واضح کیا۔

۵۔ پانچواں خطاب: موضوع: رویۂ احسان (ہر ایک سے بھلائی) (دوسرا حصہ)

اللہ رب العزت نے فرمایا: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ (الرحمن، ۵۵: ۶۰) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

اس آیت میں اللہ نے عظیم خوشخبری دی کہ جو لوگ احسان کی روش اپنا لیں تو ان کو اس کا بدلہ احسان کی صورت میں ملتا ہے۔ احسان کرنے والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ جب تم اپنی بساط کے مطابق اپنی زندگی میں احسان کا عمل، رویہ، برتاؤ اپنا لوگے تو میں اس کی جزا دینے والا ہوں اور اس کی جزاء یہ ہے کہ میں اپنی شان کے لائق تم پر احسان کروں۔ اللہ نے احسان کے رویہ کو اتنا جامع اور ہمہ گیر بنایا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ اور معاشرے کے تمام افراد اور طبقات حتیٰ کہ اللہ کی جمیع مخلوقات پر اس کا احاطہ ہے۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ احسان کسی ایک وقت کا عمل نہیں ہے۔ کسی ایک وقت میں کی گئی نیکی اور بھلائی کا عمل عرفاً احسان ہی کہلاتا ہے لیکن یہ نیکی؛ بھلائی اور اچھائی کے معنی میں ہے لیکن وہ احسان جس کے ذریعے بندہ محسن بنتا ہے، وہ ایک وقت کی نیکی، بھلائی اور اچھائی نہیں ہے بلکہ وہ آدمی کی پوری کی پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔ آدمی ہمہ وقت محسن رہتا ہے، اس کی طبیعت، مزاج، سوچ، کلام، فعل و عمل، اخلاق، برتاؤ میں احسان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری زندگی چشمۂ احسان ہوتی ہے۔ اس کے پورے وجود سے شر صادر ہی نہیں ہو سکتا بلکہ خیر ہی خیر ہر ایک کو ملتی ہے۔

قرآن مجید میں احسان کے دائروں کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے۔ ان میں سے ایک مقام سورۃ النساء کی آیت ۳۶ ہے۔ جس میں احسان کے درج ذیل چھ دائرے اللہ نے بیان فرمائے:

۱۔ اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرنا۔ ۲۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

۳۔ اپنے اقارب و رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا۔ ۴۔ تمام محروم و کمزور طبقات کے ساتھ بھلائی۔

۵۔ تمام انسانی طبقات یعنی ہر انسان کے ساتھ بھلائی۔ ۶۔ ہر مخلوق (نباتات، حیوانات) سے بھلائی۔

یعنی ہم کسی بھی سطح پر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے۔ اگر مومن ہیں تو پھر محسن بننے کے لیے کائناتِ ارضی کے ہر وجود کے ساتھ بھلائی کرنا ہوگا۔ یہ تمام دائرے بیان کر کے فرمایا کہ جو شخص احسان کی طبیعت رکھتا ہے وہ ان طبقات کے لیے محبت، احسان، اخلاق کا پیکر بن جائے گا اور جس کی طبیعت میں احسان نہیں، وہ تکبر کرنے والا، مغرور، لوگوں سے بے نیاز ہے، اپنے اندر محصور ہے، اسے اپنے سوا دنیا میں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

سب سے پہلا احسان انسان کا اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ انسان جب محسن ہوتا ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ پر احسان کرنا اس پر واجب ہے۔ جب انسان احسان کو اپنے طرزِ فکر اور کردار و سیرت کے طور پر اپنا لیتا ہے تو غربت، پریشانی، بے روزگاری، مہنگائی، فقر، محتاجی کی حالت میں رضا کا پیکر بن جاتا ہے، صبر اختیار کرتا ہے، قناعت، ورع اور پرہیزگاری پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یہ طرز عمل دراصل اس کا اپنی جان پر احسان کرنا ہے۔ اس کے برعکس جن کے اندر رضا، صبر، قناعت، ورع نہیں ہے، وہ مشکل حالات میں شور شرابا، گلہ و شکایت کرے گا۔ اس کے اندر سو طرح کی اخلاقی برائیاں آجائیں گی۔ نتیجتاً اللہ کی رحمت و قربت سے محروم ہو جائے گا۔ گویا احسان حاصل کرنے سے پوری زندگی کی حالت اور سوچنے تک کا انداز بدل جاتا ہے۔ وہ ایک نیا انسان بن جاتا ہے اور اس رویے کے نتیجے میں اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔

احسان کے ضمن میں یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمیں دنیاوی رشتے نبھاتے ہوئے جب مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اس وقت پتہ چلتا ہے کہ ہم احسان میں کہاں کھڑے ہیں۔ جہاں ہمیں ان رشتوں کو نبھانے میں کوئی مسئلہ و پریشانی ہی نہیں، وہاں ہمارا امتحان نہیں ہے۔ امتحان اس وقت ہوتا ہے جہاں اس معیار کو قائم رکھنے میں مشکل آتی ہے۔ سب سے اعلیٰ امتحان انسان کے احسان کا اس وقت ہوتا ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے یا بد سلوکی کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہاں مشکلات ہوتی ہیں۔

ہماری طبیعتوں میں اعتدال نہیں رہا۔ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں دین کا صحیح تصور نہیں دیا گیا۔ تربیت نہیں کی گئی، مربی اور معلمین اپنے فرائض صحیح طور پر انجام نہیں دے سکے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں روحانی اور اخلاقی قدروں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ طبیعتوں اور مزاج میں جو محبت، اخلاص، شفقت، نرمی اخلاق آنا تھا، وہ تمام تہہ و بالا ہو گیا ہے۔ جس سوسائٹی میں حرام و حلال اور حیا و بے حیائی کا فرق ختم ہو جائے وہاں اقدار کہاں بچیں گی۔

پس اس احسان کے عمل سے تمام معاشرتی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ احسان کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کریں، طبیعتوں میں وسعت، فراخی، اعتدال اور توازن لائیں۔ نیتوں کو خالص کریں، احسان کو عادت بنائیں۔ باطن، دل، مزاج اور طبیعت احسان کا وطن بن جائے۔ بولنا، دیکھنا، سننا، رائے قائم کرنا، برتاؤ کرنا، سوچنا احسان پر مبنی ہو۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنے نور پر قائم کر دیتا ہے اور پھر وہ بندہ جدھر جائے گا، نور بکھیرتا چلا جائے گا۔

۶۔ چھٹا خطاب: موضوع: نرم گفتگو اور شائستہ کلامی

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرہ، ۲: ۸۳) ”اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔“ اس آیت میں مذکور یہ بنیادی تعلیم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ شروع سے ہر زمانے میں انسانیت کو دیتا چلا آرہا ہے۔

اس سے نرم گفتگو اور شائستہ کلامی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ خطاب بظاہر بنی اسرائیل کو ہے مگر امتِ مسلمہ کو بھی یہی تعلیمات دی جا رہی ہیں۔ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا: قولا له قولا لینا کہ بے شک فرعون سرکشی میں حد سے گزر چکا ہے مگر جب اس سے کلام کرو تو نرم انداز میں گفتگو کرنا۔ شاید نرم گفتگو اس کے لیے نصیحت قبول کرنے یا مجھ سے ڈرنے کا باعث بن جائے۔ پیغام یہ ہے کہ نرم گفتگو ہر پہلو سے کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے۔ نرم گفتگو کی جائے تو کبھی نہ کبھی مخاطب کا دل متوجہ ہو جائے گا۔ تلخ کلامی کے جواب میں نرم گفتگو کرنا، امتحان ہے۔ داعی کے لیے تو نرم گفتگو کرنا ایک لازمی امر ہے۔ ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن کے مصداق حکمت کے ساتھ دعوت دیں، مخاطب کے مزاج، ذہنی سطح کے مطابق بات کریں۔ دل میں بات اتارنی ہے تو موعظہ حسنہ کریں۔ موعظہ (نصیحت) جو خود خیر ہے، اس خیر کو بھی حسنہ یعنی خیر سے کرنے کا حکم ہے۔ حتی کہ اگر تکرار ہو جائے، اختلاف ہو جائے تو اس موقع پر احسن گفتگو کرنے کا حکم دیا۔ گویا حکمت کے بعد حسنہ اور اب اَحسن یعنی بہت زیادہ عمدہ اور خوبصورت طریقہ کو اپنانے کا حکم ہے۔ آج ہمارا طرزِ عمل اس سے بالکل مختلف ہے۔ اللہ کا حکم کیا ہے اور ہم اس کے برعکس گالم گلوچ، تکفیر تک آجاتے ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ (الفرقان، ۲۵: ۶۳)

یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے کہ نرمی چال چلن میں بھی نظر آئے۔ بندے کا چلن (کردار) اس کی چال سے واضح ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب مخالف برے طریقے سے بات کرتے ہیں تو عباد الرحمن گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں وہ لوگ جو ہر برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور لغو و بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے درگزر کرتے ہیں تو قرآن مجید کے مطابق انہیں ہر اجر پانے والے سے دوہرا اجر ملے گا۔ یہ علماء کے لیے لائحہ عمل ہے کہ جس کسی بات میں clash کا خطرہ ہو تو اس میں سے شائستگی سے گزر جایا کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کوئی ایک عمل بتادیں کہ میں وہ کروں اور جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ا۔ افشوا السلام (سلامتی پھیلاؤ)۔ یعنی محبت، لطف، شفقت کرو، نرم گفتگو، شائستگی سے کلام کرو۔

۲۔ اطعم الطعام (کھانا کھلاؤ) ۳۔ وصل الارحام (خونی رشتوں کو ملاؤ) ۴۔ رات کے کچھ اوقات میں جاگو، جب لوگ سوئے ہوئے ہیں۔

گویا حضور ﷺ نے کردار کا ایک مکمل پیکج عطا فرمادیا۔ ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا:

دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ آدھی کھجور کا صدقہ دے کر ہی کیوں نہ ہو اور اگر آدھی کھجور بھی نہیں تو نرم کلامی اور اچھا کلام کرو، یہ بھی دوزخ کے آگ سے بچانے کا سبب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: والکلمة طیبه صدقه۔ اچھا کلام بھی صدقہ ہے۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ما الاسلام؟ اسلام کیا ہے؟ صحابہؓ کے اس طرح کے سوال دراصل اسلام کی روح اور اس کی جڑ کو جاننے کی خاطر ہوتے تھے۔ فرمایا: طیب الکلام واطعام الطعام۔ اچھا کلام اور کھانا کھلانا اصل اسلام ہے۔

ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر یہی دو چیزیں جو اصل اسلام ہیں، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اطعام الطعام سے مراد سخاوتِ نفس ہے۔ آج ہماری سوسائٹی میں یہ چیزیں موجود ہی نہیں۔ نجانے ہم کس ایمان اور اسلام کو اپنائے ہوئے ہیں۔ برے لفظ اور سخت الفاظ، گالیاں، اپنی ڈکشنری اور عادت سے نکال دیں۔ ایک ہی ڈکشنری تیار کریں جس میں ہر لفظ نرم، محبت، شفقت، لطف و کرم پر مشتمل ہو۔

۷۔ ساتواں خطاب: موضوع: دعا (بر موقع عالمی روحانی اجتماع)

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ (البقرہ، ۲: ۱۸۶)

دعا کے حوالے سے چند ایسے گوشوں اور پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے جس سے دعا کا ایک منفرد پہلو سامنے آئے گا۔ اس آیت میں دعا کے راز کی خبر عیاں ہوتی ہے۔ سب سے پہلا غور طلب پہلو اس آیت میں یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ نے اپنا ذکر سات مرتبہ کیا ہے مگر یہ ذکر واحد متکلم کی ضمیر کے ساتھ ذکر کیا۔ وہ سات مقامات یہ ہیں:

ا۔ عبادی (میرے بندے): اللہ نے الناس نہیں کہا کہ لوگ سوال کریں، اس لیے کہ اس معنی میں بُعد ہے، قربت نہیں ہے۔ لوگ کہنا اور بندے کہنے میں فرق ہے۔ بندہ کہنے سے بندگی کا تصور آتا ہے اور بندگی کے تصور سے قربت کا تصور ہے۔ اسی طرح العباد بھی نہیں کہا کہ بندے سوال کریں بلکہ عبادی کہا کہ میرے بندے سوال کریں۔

۲۔ عَنِّیْ (میرے متعلق) ۳۔ فَاِنِّیْ (بے شک میں) ۴۔ اُجِیْبُ (میں جواب دیتا ہوں)

۵۔ دَعَانِ (مجھے پکارتا ہے) ۶۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ (میری فرمانبرداری اختیار کرو) ۷۔ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ (مجھ پر پختہ یقین رکھیں)

صیغہ واحد متکلم کے استعمال کی سات مرتبہ استعمال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس طرزِ اسلوب کے ذریعے وہ بندوں کو اپنے قریب سے قریب کرتا چلا جاتا ہے۔ گویا سات مرتبہ اس طرح ذکر کرکے بندے کو سات درجے اپنے قریب کرتا ہے اور سات پردے جو بندے کے درمیان حائل تھے، جنہوں نے بندے کو دور کر رکھا تھا، وہ یکے بعد دیگرے ان سات حجابات کو اٹھا دیتا ہے۔ یہ سات پردے اٹھا کر وہ بندے کو اس بات کا حقدار بنا دیتا ہے کہ وہ عبادی (میرے بندے) کہلائیں۔ وہ پردے اٹھا کر بندوں کو اپنی بارگاہ میں حضوری کا احساس دینا چاہتا ہے۔ یعنی جب اس سے دعا کرو تو دوری اور غیاب سے نکل کر حضوری میں آجاؤ۔

دعا میں اگر دوری رہے تو وہ شرفِ قبولیت نہیں پاتی اور اگر دعا سراپا حضوری بن جائے تو دعا مقبولیت میں بدل جاتی ہے۔ اللہ کے بندے کسی حال میں دعا ترک نہیں کرتے۔ دعا کے اندر بے شمار راز ہیں۔ دعا میں قربت ہے۔ دعا حضوری کا ایک دروازہ ہے۔ دعا حضوری اور قربت کے دروازے کھولتی ہے۔ ہم دعا کو اپنی حاجات کے زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ اللہ نے وہ نقطہ نظر تبدیل کیا۔ دعا کو اپنے نقطہ نظر سے نہ دیکھو بلکہ دعا کو اس مولا کی قربت اور حضوری کی نگاہ سے دیکھو۔ دعا بذات خود مولا کے ساتھ بندے کی دوری کو ختم کرتی ہے اور قربت میں لاتی ہے۔ اس لیے حدیث مبارک میں دعا کو افضل العبادہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ عبادت قربت کا دروازہ کھولتی ہے۔ حضور ﷺ نے کبھی دعا کو بذاتِ خود ''عبادت'' کہا اور کبھی عبادت کا مغز اور جوہر قرار دیا۔ لہذا ہمہ وقت اللہ کے حضور دعا کرتے رہا کریں، سمجھ میں کچھ آئے نہ آئے کہ کیا مل رہا ہے اور کیا نہیں مل رہا۔ صرف یہ تصور رکھیں کہ دعا بذات خود بندے کو اللہ کے قریب لا رہی ہے۔ دعا کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں، انھیں دعا کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

ا۔ ہمہ وقت اللہ کی فرمانبرداری واطاعت ۲۔ کامل ایمان ویقین ۳۔ بندہ خونی رشتوں کا قاطع نہ ہونا۔

۴۔ رزقِ حلال ۵۔ قلب غافل نہ ہو ۶۔ اللہ سے اچھی گمان رکھنا ۷۔ حضوری قلب اور خشوع وخضوع

۸۔ استعجال (دعا میں جلدی نہ کرے یعنی یہ طلب نہ کرے کہ میری دعا فوری طور پر قبول ہو۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ فوری قبول کرے یا قبولیت کو موخر کردے۔ یہ اس کا فیصلہ ہے۔ ۹۔ ظلم کی تلافی کرنا/حق تلفی کی تلافی کرنا

پس بندے کو چاہیے کہ دعا میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرے۔ ان شرائط کو پورا کریں گے تو دعا کسی نہ کسی صورت میں قبول ہی قبول ہے۔ اگر ہم سراپا دعا بن جائیں تو اللہ کی قربت نصیب ہو جاتی ہے۔ زبان اور دل کو یکجا کریں۔ دھیان اور یکسوئی دعا میں پیدا کریں۔ اللہ کی طرف رجوع خالص کریں تو اللہ دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔

۸۔ آٹھواں خطاب: موضوع: معاشی تعاون اور معاشرتی توازن

مَآ اَفَآئَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ۔ (الحشر، ۵۹: ۷)

اس آیت میں اللہ نے مالِ فئے اور دوسرے مقام آیت انفال میں مال غنیمت کی تقسیم کے حوالے سے معاشرے کے مختلف طبقات کا ذکر کیا۔ اس مال میں سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لیے فرما کر پوری امت کے ان تمام طبقات کے لیے حصہ واضح فرمادیا جو

معاشی تنگدستی کا شکار ہیں۔ معاشرے کے تمام طبقات میں مال تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم اس لیے دیا کہ دولت صرف اغنیاء کے درمیان ہی گھومتی نہ رہے بلکہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر پورا معاشرہ اس سے فیض یاب ہو اور فائدہ اٹھائے۔

اگر دولت سے محروم معاشرہ فیض یاب نہیں ہوتا تو دولت کے احتکار اور ارتکاز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ ہمارے ملک میں اس وقت احتکار اور اکتناز کا نظام چل رہا ہے۔ دولت پر اس وقت 20 فیصد لوگ قابض ہیں اور 80 فیصد لوگ محرومی و محتاجی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اس طرح مال و دولت کو جمع کرتے اور اس کا خزانہ بناتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، اللہ نے اس دولت کو ان کے لیے ہلاکت قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ یہ اعتدال و توازن کے خلاف ہے۔ اللہ نے دولت کو غرباء اور مساکین پر خرچ کرنے کو ان کا حق انھیں لوٹانے سے تعبیر فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ مال و دولت معاشرے میں رائج ظالمانہ نظام کی وجہ سے اصل لوگوں کی بجائے دوسرے لوگوں کے پاس چلا گیا ہے، اب حکم دیا جا رہا ہے کہ انھیں ان کا مال لوٹا دو۔

آج ہمارے معاشرے میں طاقت اور دولت کا گٹھ جوڑ ہے۔ اگر ریاست کفالت نہ کرے تو ذمہ داری امراء پر آجاتی ہے۔ آج ریاست میں طاقت ور افراد نے اپنے حق میں قوانین بنا رکھے ہیں اور ان کے فکر و شعور میں دور دور تک بھی غرباء کو کچھ دینے کے لیے نہیں ہے۔ معاشی عدمِ توازن اور عدمِ مساوات، ناجائز اور ظالمانہ نظام کی وجہ سے غرباء کا حق چھن کر امراء کے پاس آگیا ہے۔ اسلام نے تو مال وراثت میں سے بھی مساکین اور یتامیٰ کے لیے حق رکھا ہے جو اس مال کے حقیقی وارث بھی نہیں ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ بھی ہمارے مال میں غرباء کا حق ہے۔ محروم طبقات کا حق کتنا ہے؟ اس حوالے سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مالداروں پر ان کے سرمایہ میں غریبوں پر خرچ کرنا اس حد تک فرض کر دیا ہے کہ جس سے ان غرباء اور مساکین کی ضرورت پوری ہو جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر اس معاملہ کے لیے معمولی معمولی چیزوں کو بھی واضح کیا اور فرمایا کہ جس کے پاس دو بندوں کا کھانا ہے وہ تیسرے کو ملائے اور جس کے پاس پانچ کا کھانا ہے وہ چھٹے کو ملائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہے، دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے۔ گویا حضور ﷺ نے مختلف معیارات قائم فرمائے جو اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔

لوگوں پر خرچ کرنے کا معیار یہاں تک قائم فرما دیا کہ قرآن میں ہے کہ یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو۔ پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں فرما دیں جو اضافی ہے یعنی زائد ہے وہ خرچ کر دیں۔ گویا حالات کے مطابق ہمیں معاشرے کے محروم طبقات کے لیے اپنی مال و دولت کو خرچ کرنا ہوگا۔

یاد رکھیں کچھ مخصوص اعمال سرانجام دینے کا نام ہم نے نیکی رکھ لیا ہے۔ مگر قرآن نے (البقرہ، ۲: ۱۷۷) میں نیکی کا الگ تصور دیا۔ اس آیت میں اللہ نے نیکی میں ظاہر پرستی اور رسم پرستی کے تصور کو ختم کر دیا اور نیکی کو ایک مکمل پیکج کی صورت میں واضح فرما دیا۔ ایک طرف اعتکاف، میلاد، عرس، محرم، اولیاء کے ایام منانا اور دوسری طرف زندگی دین کے عملی تصور سے خالی ہو تو یہ مراسم نفع نہیں دیتے۔ یہ مواقع تو دین کو یاد دلاتے ہیں اور دین کا پیغام دیتے ہیں۔ ہم ان کو منا لیتے ہیں اور اصل روح کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ایمان کی شرائط کے ذکر کے بعد اللہ نے مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا کہ جو لوگ ضروریاتِ زندگی سے محروم ہیں، ان کو دینا نیکی کے تصور کو مکمل کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر نماز، زکوٰۃ، ایفائے عہد، صبر کا حکم دیا۔ اس آیت میں دس شرائط بیان کیں۔ پہلی پانچ شرائط ایمانی اور اعتقادی ہیں جبکہ دوسری پانچ شرائط عملی ہیں۔ جو ان دس شرائط کو پورا کرتے ہیں، قرآن نے ان ہی لوگوں کو ایمان کے دعویٰ اور نیکی کے شعور میں سچا اور حقیقی متقی قرار دیا ہے۔

۹۔ نواں خطاب: موضوع: اجتماعی اخلاقیات

قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات پر گہرائی سے نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا دیا ہوا تصورِ روحانیت خلقِ حسن پر قائم ہے یعنی قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات میں مذکور جمیع روحانیات کی اساس اور بنیاد اخلاقیات پر قائم ہے۔ اسی طرح جہاں اخلاقیات کا ذکر آیا ہے اور خلقِ حسن کے جس پہلو کو بھی بیان کیا ہے اس کی روح اور مغز روحانیت ہے۔ روحانیت، اخلاقیات

سے جدا نہیں ہے اور اخلاقیات، روحانیت سے جدا نہیں ہے۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ دین میں عبادت کا کوئی بھی ایسا تصور نہیں جس میں اخلاقیات کا کوئی تصور نہ ہو اور دین میں کوئی ایک ایسا خلق نہیں جو روحانیت کے ساتھ معمور نہ ہو۔ مگر ہم ان چیزوں کو اس لیے سمجھ نہیں پاتے کہ ہمارے تصورات درست نہیں ہیں۔ ان میں ابہامات اور شکوک وشبہات ہیں، ان کی اساسیات ہمیں معلوم نہیں، درستگی کا راستہ معلوم نہیں۔ درست اور غلط کی حدود معلوم نہیں۔

وہ کیا شرائط و آداب اور قواعد وضوابط ہیں جو اس عمل کو نیکی اور عبادت بناتے ہیں، مقبول بناتے ہیں، ہمیں ان شرائط اور آداب کی خبر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس تعلیم نہیں اور ہم تعلیم وتربیت کے لیے وقت صرف نہیں کرتے اور جس کی ذمہ داری تھی وہ بوجوہ نبھانے سے قاصر ہیں، وہ نبھانا نہیں چاہتے یا نبھا سکتے نہیں، الگ الگ اسباب ہیں، جن کی وجہ سے ہم نے امت مسلمہ اور اگلی نسلوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

حقیقت میں ہم سوئے ہوئے ہیں، ہماری آنکھیں بیدار ہیں مگر دل غفلت میں ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔ آج بیدار ہونا ہمارے حق میں ہے، اگر ہم آج بیدار نہ ہوئے تو جلد ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ جب ہمارے اختیار اور خواہش کے بغیر ہمیں بیدار کر دیا جائے گا مگر اس وقت کی بیداری ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔ اس بیداری میں ہم بے بس ہوں گے اور یہ بیداری موت کے بعد یوم حشر کی بیداری ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس وقت کے آنے سے قبل بیدار ہوں اور عقلمند بنیں۔

ہم نے دانش مندی اور عقلمندی کے غلط معیار اپنی زندگی میں قائم کر رکھے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں دانش مند اور عقلمند وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ جو نافرمان ہیں، وہ سب نادان ہیں۔ نافرمانی کی راہ اختیار کر کے دراصل وہ حقیقی نفع اور نقصان کی راہ بھول گیا، اس لیے وہ نادان ہے۔ جسے خیر اور شر کی تمیز نہ رہے، وہ نادان ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں علم ہے اور ہم جانتے ہیں۔ یہ بھی ہمارا مغالطہ ہے۔ یاد رکھ لیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں علم کسی ایسی چیز کا نام نہیں جو صرف زبان یا قلم سے ادا ہو بلکہ جو علم ہماری زندگی میں عمل میں منتقل نہ ہو، وہ علم نہیں، اس لیے کہ وہ علم نافع نہیں ہے اور جو علم نافع نہیں، اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے علم کا درجہ نہیں دیا۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر، ۳۵: ۲۸)

”بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں۔“

گویا عالم صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں اللہ کی خشیت مل جاتی ہے یا خشیت پالینے والے ہی صاحبانِ علم ہوتے ہیں۔ پس عمل کے بغیر جتنا مرضی علم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیں، ایک قدم بھی راہ حق پر اللہ کی طرف نہیں چل سکتے۔ اللہ کے ہاں ہمارا قرب اور بُعد ہمارے ظاہر سے متعین نہیں ہوتا بلکہ قرب کا فیصلہ باطن سے ہوتا ہے۔ اللہ کے ہاں قرب وبعد مسافتوں کے نہیں بلکہ دل کی حالتوں کے ہوتے ہیں۔ اس لیے شرط یہ ہے کہ ہمارے اعضاء شریعت کی حدود میں رہیں، اعمال احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں، اس لیے کہ یہ دل کو راہ دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے قرب کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو اللہ کے قریب ہونا چاہے وہ اپنے نفس سے دور ہو جائے۔ اس لیے کہ نفس کبھی ہمیں اللہ کے قریب نہیں ہونے دے گا۔ اللہ کے ہاں قدر ومنزلت کی جگہ نفس نہیں بلکہ قلب وروح ہے مگر افسوس کہ ہم ہمہ وقت نفس کی مانتے اور اس کی پیدا کردہ خواہشات کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔

قلب و باطن کی اصلاح اور عقیدہ ونیت میں اخلاص دراصل ہمارے ایمان کی عمارت کی بنیاد ہیں۔ اگر بنیاد مضبوط ہو تو اوپر قائم عمارت میں کسی جگہ خرابی آجائے تو اسے دور اور بہتر کیا جاسکتا ہے لیکن اگر بنیاد مضبوط نہ ہو اور اس پر قائم عمارت خواہ کتنی ہی مضبوط اور خوبصورت کیوں نہ ہو، اس کو قائم ودائم نہیں رکھا جاسکتا۔ اس کا ازالہ اور تلافی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اپنے تمام تر اعمال کی بنیاد خالصتاً لوجہ اللہ رکھیں۔ ❀❀❀❀❀❀

تذکرۂ فرید رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کے والد گرامی حضرت فریدِ ملتؒ وسیع المطالعہ، راسخ العقیدہ، یگانۂ روزگار کثیر الجہات، جامع الکمالات اور مجموعہ صفات وحسنات شخصیت کے مالک تھے

محمد فاروق رانا

مؤسّسِ اوّل، محسنِ تحریک، حاملِ معارف، صاحبِ اَسرار، عارفِ ربانی، حاملِ فراستِ رحمانی، فریدِ ملت، حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ 1918ء میں عُشاق وعُرفا کی دھرتی اور خطۂ مردم خیز جھنگ صدر رنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جھنگ کے اِسلامیہ ہائی اسکول سے حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی علومِ شرعیہ و شرقیہ (درسِ نظامی) کی بھی تکمیل کی۔

حضرت فریدِ ملتؒ کثیر الجہات، جامع الکمالات اور مجموعۂ صفات و حسنات شخصیت تھے۔ اس فردِ فرید کی شخصیت اَوصاف وخصائص کی کہکشاں، محامد ومحاسن کی دھنک، خوبیوں کا مرقّع اور للّٰہیت کا پیکر تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی حیثیت سے ایک بہت بڑے اِنسان، اِنابت و خشیت کے سانچے میں ڈھلے ولی اللہ، اپنے دور کے مسلّمہ عالم اور محقّق، جیّد محدّث، فقیہ، علم العقیدہ کے متخصص، جامع العلوم وکامل الفنون، مجتہد، بے بدل خطیب، نغز گو شاعر، ادیبِ لبیب، شفیق و خلیق، کشادہ دل، وسیع النظر اور اَعاظمِ رِجال میں سے تھے۔ ان کی شخصیت کے اِتنے گوشے اور جہات تھیں، جس کا اِنسان کم ہی تصور کرسکتا ہے یا کم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اِتنی نعائم اور نوازشات سے بہرہ یاب کرتا ہے۔ ہر کہ ومہ جو اُن سے شرفِ ملاقات کرتا اور اُن کی فکری و نظری مجالس سے مستفید و مستفیض ہوتا، عربی شاعر کا یہ شعر اُس کے حافظے کے گل کدے میں چٹکنے اور مچلنے لگتا:

لَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

''یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں جس کا اِنکار کیا جائے کہ اللہ رب العزت پوری دنیا ایک ہی فرد میں جمع کردے۔''

ا۔ علمی مقام و مرتبہ

حضرت فریدِ ملتؒ ایک وسیع المطالعہ، راسخ العقیدہ اور فکری واضحیت کی حامل یگانۂ روزگار نابغہ عبقری شخصیت تھے۔ علوم وفنون میں آپ کی دِقّتِ نظری اور پختگی کا عالم یہ تھا کہ اُس عہد کے اَجل علماء کسبِ فیض کے لیے آپ کے درِ علم پر نیاز مندانہ حاضری دیتے۔

حضرت فریدِ ملتؒ ڈاکٹر فرید الدین قادری کو علم الحدیث، علم التفسیر، علم الفقہ واصولہ، علم التصوف والمعرفۃ، علم اللغۃ والأدب، علم النحو والبلاغۃ، علم الطب اور دیگر کئی اِسلامی علوم و فنون اور منقولات و معقولات پر کمال اور لائقِ رشک دسترس حاصل تھی۔

آپ نے حصولِ علم و معرفت کے لیے جھنگ سے سیالکوٹ، لکھنؤ اور حیدر آباد دکن کے علاوہ بیرون ملک حرمین شریفین، عراق، شام، ترکی اور ایران کے سفر بھی کیے۔ آپ نے ایک سفر نامہ بھی تحریر کیا، جس میں ایران، عراق، ترکی اور شام

☆ ڈائریکٹر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

کے سفر کی رُوداد بیان کی ہے۔

(۱) حضرت فرید ملتؒ کے شیوخ و اساتذہ

حضرت فرید ملتؒ نے جملہ اسلامی علوم وفنون کا درس اور اَسانید واجازات مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد، شام، لبنان، طرابلس، مغرب و شنقیط اور پاک وہند کے ایسے جید شیوخ اور کبار علماء سے حاصل کیں جنہیں گزشتہ صدی میں اِسلامی علوم کا منبع اور سرچشمہ، معدن و مخزن اور سند و حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔ وہ عدیم النظیر شیوخ و اساتذہ مستند و معتبر اَسانید کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ تک منسلک ہیں۔ آپ جن شیوخ واساتذہ کے علمی فیضان سے مستفید ہوئے، ان میں سے چند ایک کے اَسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ محدّث الحرم الشیخ السید علوی بن عباس المالکی المکی۔

۲۔ الشیخ المعمّر حضرت ضیاء الدین احمد القادری المدنی۔

۳۔ الشیخ السید عبد المعبود الجیلانی المدنی۔

۴۔ الشیخ السید محمد الفاتح بن محمد المکی الکتانی۔

۵۔ امام عبد الباقی بن علی محمد الانصاری لکھنوی المدنی۔

۶۔ الشیخ عبد الہادی بن علی الانصاری المحدّث لکھنوی۔

۷۔ محدثِ اعظم علامہ محمد سردار احمد قادری۔

۸۔ الشیخ علامہ ابو البرکات سید احمد قادری۔

۹۔ شیخ الحدیث مولانا غلام فرید۔

۱۰۔ مولانا محمد یوسف سیالکوٹی۔

۱۱۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی۔

۱۲۔ مولانا بدرِ عالم میرٹھی۔

۱۳۔ مولانا عبد الشکور مہاجر مدنی۔

۱۴۔ حکیم عبد الوہاب نابینا انصاری۔

۱۵۔ شفاء الملک حکیم عبد الحلیم لکھنوی۔

(۲) اَندازِ تدریس اور ذوقِ مطالعہ

حضرت فریدِ ملتؒ عملی زندگی میں شعبۂ طب سے وابستہ تھے، مگر آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ زندگی بھر بلا تعطل جاری رکھا۔ جہاں جاتے اپنے نظام الاوقات میں سے دو سے تین گھنٹے علوم وفنون کی تدریس و ترویج کے لیے وقف کرتے۔ اِرد گرد اور دور و نزدیک سے آنے والے تشنگانِ علم اکثر منتہی طلبہ ہوتے جو آپ سے علوم وفنون کی اُمہات الکتب کے اَسباق پڑھتے۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ اپنے وقت کا کثیر حصہ صرفِ مطالعہ اور نذرِ کتب بینی کرتے۔ دورانِ مطالعہ جہاں کہیں اِعتقادی و فکری نکتہ ملتا اسے کتاب کی ابتداء میں نوٹ فرما لیتے۔ آپ ہر سفر میں نادر و نایاب اور نہایت مفید کتب خرید کر لاتے۔ آج وہ تمام علمی ذخیرہ آپ کے نام سے منسوب تحقیقی اِدارے ''فریدِ ملتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi)'' کی لائبریری کی زینت ہے۔

(۳) مجالسِ علم میں آپ کا مقام اور اہلِ علم کے ہاں آپ کی قدر

حضرت فریدِ ملتؒ کے علمی مقام کا اندازہ اِس اَمر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا جن جن مقامات واِجتماعات میں جانا ہوتا، آپ کا کلیدی خطاب بہ طور مہمانِ خصوصی مجلس کے آخر میں ہوتا۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی آپ کا خصوصی اِکرام فرماتے تھے۔ اُن کی زیرِ صدارت منعقدہ تقاریب و مجالس میں آپ ہی کا خطاب باصواب خصوصی ہوتا۔ یہاں ہم ان اکابر مشائخ اور علماء کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے ساتھ اکثر آپ کی علمی و فکری نشستیں رہتی تھیں:

(۱) حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ۔

(۲) حضرت خواجہ فخر الدین سیالویؒ۔

(۳) غزالیِ زماں حضرت سید اَحمد سعید کاظمیؒ۔

(۴) علامہ قطب الدینؒ۔

(۴) مولانا عبد الغفور ہزارویؒ۔

(۶) صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلو مہار شریفؒ۔

(۷) مولانا محمد عمر اچھرویؒ۔

(۸) مولانا عبد الرشید رضویؒ۔

(۹) مولانا عبد الستار خان نیازیؒ۔

(۱۰) خواجہ فخر الدین سیالویؒ۔

(۱۱) مولانا اَحمد بخش ضیائیؒ۔

یہ اُس دور کے کوہ قامت اکابر علماء تھے جن کے ساتھ حضرت فریدِ ملتؒ ہر وقت ہم مجلس رہتے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک خطاب کے لیے جھنگ تشریف لاتا یا جھنگ کے گردو نواح میں ان کا وُرودِ مسعود ہوتا تو وہ منتظمین کے سامنے یہ شرط رکھتے کہ جھنگ میں قیام کے دوران ہماری رہائش کا اِنتظام حضرت فریدِ ملتؒ کے درِ دولت میں کروا دیں؛ تاکہ جھنگ میں بسر ہونے والی ایک دو راتیں اُن سے کسبِ فیض میں بسر ہوں، اِن غنیمت ساعتوں میں ان سے مذاکرۂ علم ہو اور ان کی صحبت و معیت اور مجلس میں گزرے لمحات بیش قیمت ہو جائیں۔ نیز اس بابرکت وقت میں مختلف کتب اور علوم کے عطر و عنبر سے مشامِ جان کو معطر کرنے کی سعادت سے فیض اندوز ہو سکیں۔

☆ بعد کے زمانے کے اکابر علماء اور بلند پایہ شخصیات بھی اکثر اَوقات حضرت فریدِ ملتؒ سے اَخذِ فیض کے لیے حاضر ہوتیں۔ مختلف علمی موضوعات پر طویل نشستیں ہوتیں اور مذاکرہ ہائے علم ہوتے تھے۔ مجاہدِ ختمِ نبوت مولانا عبد الستار خاں نیازی خصوصی وقت لے کر آپ کی زیارت، خدمت اور صحبت میں کچھ دن گزارنے کے لیے آئے اور حضرت فریدِ ملتؒ کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے آپ سے اِکتسابِ فیض کیا اور کچھ وظائف اور اجازات بھی لیں۔ اِسی طرح حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہریؒ کا بھی آپ کے ساتھ بے پناہ فکری و نظری اور قلبی تعلق تھا۔

(۴) قوتِ حافظہ اور زبان و بیاں پر مہارتِ تامہ

حضرت فریدِ ملتؒ بے پناہ قوتِ حافظہ اور ذہانت و فطانت کے مالک تھے۔ دورانِ خطاب موضوع سے متعلقہ کتب کے حوالہ جات اور طویل عبارات صحت کے ساتھ بلا توقّف بیان فرماتے۔ آپ عربی و فارسی زبانوں کے قواعد سے واقف تھے اور ان زبانوں میں اَہلِ زبان کی طرح بڑی روانی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے۔ قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ پنجاب یونی ورسٹی میں طب کے اِمتحان میں آپ نے نبض کے موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل مقالہ عربی میں سپردِ قلم و قرطاس کیا۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ جہاں بہترین مدرّس تھے وہاں ایک مؤثر القلوب اور ساحر البیان خطیب بھی تھے۔ آپ کی تقریر صرف دلائل و براہین سے مزین نہ ہوتی بلکہ موضوعِ زیرِ گفت گو پر وارِد اِشکالات و اِعتراضات کا ایسا شافی و مسکت جواب دیتے کہ سامعین قلبی و ذہنی سطح پر بشاشت اور طمانیّت محسوس کرتے۔

(۵) شعر و ادب اور نعتیہ شاعری میں مقام

حضرت فریدِ ملتؒ ایک صاحبِ طرز ادیب اور قادر الکلام حاضر طبع شاعر بھی تھے۔ آپ طویل عرصہ لکھنؤ اور حیدر آباد دکن میں قیام پذیر رہے اور وہاں کی شعری و ادبی فضاؤں میں آپ کا شعری ذوق صیقل ہوتا رہا۔ آپ شاعری میں امیر مینائی کے بھتیجے شکیل مینائی سے اِصلاح لیتے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ ''دیوانِ قادری'' کے نام سے ایک بیاض میں موجود تھا، لیکن شومئ قسمت کہ اس کا بیشتر حصہ زمانے کی دَستبُرد کی نذر ہو گیا۔ اس دیوان میں شامل ''سلام بہ حضور خیر الانام '' سے آپ کے بلند اور اعلیٰ درجہ شعری ذوق اور بے پناہ اور بے کراں عشقِ رسول کا اِظہار ہوتا ہے۔

مجھے تو اب کوئی آکے پہلے سکونِ قلب و جگر بتا دے
کہ سازِ ہستی کی کشمکش تو رہے گی پیچھے بہ تا قیامت

۲۔ فنِ طب کے عظیم محقّق

حضرت فریدِ ملتؒ کو علم الطب (Medical Sciences) میں بھی کمال مہارت حاصل تھی، خصوصاً نبض شناسی میں انہیں محیّر العقول حد تک ملکہ حاصل تھا۔ آپ دینی اور طبّی تعلیم کے حصول کے لیے سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور حاذق طبیب مولانا محمد یوسف سیالکوٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اِکتساب علم و ہنر کیا۔ میٹرک کے بعد انہی کی ترغیب پر آپ لکھنؤ تشریف لے گئے۔

☆ آپ نے لکھنؤ میں فرنگی محل جیسے معروف علمی مرکز میں داخلہ کے ساتھ ساتھ منبع الطب کالج میں بھی داخلہ لیا۔ یہاں آپ کو ڈاکٹر عبد العزیز لکھنوی (ایم آر اے ایس لندن)، پرنسپل منبع الطب کالج لکھنؤ مولانا حکیم محمد ہادی رضا لکھنوی اور مولانا حکیم محمد

حسین رضا لکھنوی جیسے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ آپ نے 3 فروری 1934ء مطابق 21 شوال 1352ھ کو طب میں ابتدائی ڈپلومہ حاصل کیا۔

☆ آپ نے تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں بھی داخلہ لیا۔ کالج کے پرنسپل شفاء الملک حکیم عبدالحلیم لکھنوی تھے، جو متحدہ ہندوستان کے دورِ اواخر کے بہت بلند پایہ حکماء و اَطبّاء حکیم محمد اجمل خان دہلوی اور حکیم نابینا انصاری کے ہم سَر تھے۔

☆ لکھنؤ میں قیام کے دوران حضرت فرید ملتؒ کو طبِ قدیم اور طبِ جدید کے دو بڑے اِداروں سے بہ یک وقت اِکتسابِ علم کا زرّیں موقع میسر آیا۔ یہاں قائم طبیہ کالج اور کنگ جارج میڈیکل کالج کے ذہین و ذکی طلبہ کو یہ سہولت اور اِجازت حاصل تھی کہ طبیہ کالج کے فہیم و فریس طلبہ کنگ جارج میڈیکل کالج سے میڈیکل سائنس کے بعض مضامین کی کلاسز میں بیٹھتے اور میڈیکل کالج کے بعض طلبا طبیہ کالج کی بعض کلاسوں میں شامل ہوتے۔ چنانچہ آپ نے کنگ جارج میڈیکل کالج سے بھی میڈیکل کی ڈگری لی اور طبیہ کالج لکھنؤ سے طبِ یونانی میں تخصّص کیا۔ آپ نے فاضلِ طب والجراح کی سند (Qualified Degree of Physician & Surgeon) اوّل پوزیشن کے ساتھ حاصل کی۔

☆ مرض کی تشخیص کے سلسلے میں نبض شناسی کو دورِ قدیم سے ہی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حکیم عبد الحلیم لکھنوی نے نبض شناسی میں تخصّص کے لیے آپ کو اُس دور کے عظیم نباض حکیم عبد الوہاب المعروف حکیم نابینا انصاری کے پاس ایک خصوصی تعارفی خط کے ساتھ بھیجا۔ حکیم نابینا انصاری دہلی کے رہنے والے تھے اور نظام حیدر آباد دکن کے ہاں افسر الاطباء (Medical Officer) کے عہدے پر فائز تھے۔ حضرت فرید ملتؒ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچنے پر حکیم نابینا انصاری نے آپ کا انٹرویو اور ٹیسٹ لیا جس میں کامیابی کے بعد آپ کو اپنے مستفیدین کے خاص حلقہ میں شامل کر لیا۔ جب حکیم صاحب حیدر آباد دکن سے دہلی واپس آئے تو حضرت فرید ملتؒ بھی ان کے ہمراہ آگئے اور پورا ایک سال وہاں مقیم رہ کر نبض شناسی میں وہ تبحر حاصل کیا کہ اُن ایسا ماہر نباض ان کے معاصرین میں ڈھونڈے سے بھی نہ ملا۔

☆ حضرت فرید ملتؒ جب لاہور تشریف لائے تو حمایتِ اسلام طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں سے زُبدۃ الحکماء کا اِمتحان اوّل پوزیشن میں پاس کیا اور پنجاب یونی ورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ مذکورہ امتحان میں آپ نے فنِ نبض شناسی پر چالیس صفحات پر مشتمل عربی زبان میں ایک مقالہ اِرتجالاً لکھا۔ اس مقالہ میں فنِ نبض شناسی پر جامع اور مبسوط بحث کی۔ ممتحن حضرات نے جب یہ مقالہ پڑھا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ تحسینی الفاظ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے: ''اِس مقالہ کا بہ نظرِ تعمق ہمہ جہتی جائزہ لیتے ہوئے یہ یقین نہیں آتا کہ یہ کسی طالب علم کا مقالہ ہے یا اس فن کے کسی ماہر امام کی تصنیفِ لطیف''۔

☆ حضرت فرید ملتؒ نے فنِ طب پر درج ذیل چار کتب تصنیف فرمائیں:

(۱) شفاء الناس (زمانہ طالب علمی کے فوراً بعد لکھی)

(۲) بیاضِ فریدی (۳) زُبدۃ المجربات (۴) فرید الفرید

۳۔ حضرت فریدِ ملتؒ: عصرِ حاضر کی اِحیائی تحریک کے داعیِ اوّل

حضرت فریدِ ملتؒ کے دل میں تجدیدِ دین اور اِحیاءِ اسلام کی تڑپ بہ درجہ اَتم موجود تھی۔ آپ کو ہر وقت اُمتِ مسلمہ کے عروج و اقبال کی فکر دامن گیر رہتی اور اس کے لیے ہر سطح پر کوشاں رہتے۔

(۱) علمی کاوشیں

دریں چہ شک اُمتِ مسلمہ کے دورِ زوال کا آغاز تعلیمی اِنحطاط سے ہوا۔ حضرت فریدِ ملتؒ کو اس امر کا شدت سے اِحساس تھا، اس لیے آپ نے تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ آپ تحقیق و تصنیف کے فن میں طاق اور ماہر تھے۔ اِس فن سے شیفتگی، لگن اور والہیت کا جذبہ آپ نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کو بھی اپنی نگاہِ فیض رساں سے ودیعت کیا۔

(۲) عملی کاوشیں

اِحیاءِ اِسلام کے لیے آپ کی کاوِشیں صرف علمی و تحقیقی میدان تک ہی محدود نہ تھیں، بلکہ آپ نے عملی میدان میں بھی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ آپ سیاسی و مذہبی ہر دو محاذوں پر فعال و متحرک رہے۔ آپ بہ کثرت علماء و مشائخ سے رابطہ میں رہتے۔ اسی ضمن میں آپ نے دو مرتبہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

(i) تحریک پاکستان میں عملی کردار

حضرت فریدِ ملت نے بانیِ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں قیامِ پاکستان کی تاریخ ساز جد و جہد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ زمانۂ طالب علمی میں تحریکِ قیامِ پاکستان کے لیے سرگرم تگ و تاز رہے اور قیامِ پاکستان کی حامی طلبہ تنظیموں کے پروگراموں میں بھی جوش و جذبہ سے حصہ لیتے رہے۔ آپ نے حیدر آباد دکن اور لکھنو میں قیام کے دوران آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی آزادی کے لیے کی جانے والی کاوشوں میں عملی طور پر مثالی اور مابہ الامتیاز کردار ادا کیا۔

لکھنو میں قیام کے دوران زمانہ طالب علمی میں آپ ایک student leader کے طور پر اُبھرے۔ اُس زمانے میں آزادیِ ہند کی فکر زور پکڑ رہی اور تحریکِ پاکستان کی سوچ بال و پر حاصل کر رہی تھی۔ اس کا آغاز لکھنو سے ہوا تھا کیوں کہ 1910ء سے لے کر 1936ء تک آل اِنڈیا مسلم لیگ کا مرکزی دفتر لکھنو میں رہا اور اِس کے تمام مصارِف کی نگرانی اور اِنتظامی ذمہ داریاں فرنگی محل لکھنو کے ایک عظیم عالم دین مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے پاس تھیں۔ اُن کی مدد کرنے والے راجہ صاحب محمود آباد اور دیگر چند لوگ تھے۔ فرنگی محل کے علماء کا اِس سلسلے میں بڑا تعاون تھا۔ چوں کہ دس سال تک حضرت فریدِ ملت کے تمام تعلیمی مرحلے وہاں طے پائے، لہٰذا وہ اُس دفتر سے منسلک تھے۔ یہاں فکر کا چشمہ پھوٹ رہا تھا اور آپ اُس سے فیض یاب و سیراب ہو رہے تھے۔ یوں اُنہوں نے آزادی کی تحریک میں ایک نوجوان راہ نُما کے طور پر مثالی، نمایاں اور قابلِ تقلید خدمات انجام دیں اور قابلِ ذکر معرکے سَر کیے۔

(ii) حکیم الامت علامہ محمد اِقبال سے ملاقاتیں

قیامِ لکھنو کے دوران حضرت فریدِ ملت کے لیے ایک نوجوان لیڈر کی حیثیت سے بلند پایہ شخصیات سے قریبی تعلق اور ذاتی مراسم قائم کرنے کے مواقع اَرزاں ہوئے۔ آپ لکھنو سے حکیم الامت علامہ محمد اقبال سے ملاقات کے لیے لاہور تشریف لاتے۔ اگر علامہ اقبال کا لکھنؤ جانا ہوتا تو آپ علامہ اِقبال سے ملاقاتیں کرتے۔ بعد ازاں 1937ء میں جب حکیم الامت شدید علیل تھے اور بہ وجہِ ضعف و نقاہت ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ مسدود ہو چکا تھا، اُن دِنوں بھی حضرت فریدِ ملت نے ان سے ملاقات کی۔ حکیم الامت نے ان کی اِرادت و عقیدت اور ذوق و اِشتیاق کے پیشِ نظر علالتِ طبع کے باوجود ملاقات سے انکار نہیں کیا بلکہ حضرت فریدِ ملت کو ڈیڑھ گھنٹے طویل ملاقات کا شرف عطا کیا۔

(iii) آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی اِجلاس میں شرکت

حضرت فریدِ ملت نے اپنے دیرینہ دوست ڈاکٹر اِحسان صابری قریشی کے ہمراہ 23 مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے منٹو پارک لاہور میں منعقدہ تاریخی اجلاس میں شرکت کی۔ آپ اس سہ روزہ اجلاس میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر لکھنؤ سے تشریف لائے۔ آپ تینوں دن جلسہ کی اوّلین صف میں موجود رہے۔

(iv) 1945ء/1946ء کے اِنتخابات میں اَن تھک جدّ و جہد

حضرت فریدِ ملت مستقل مزاجی اور تسلسل سے تحریکِ پاکستان میں متحرّک اور مصروفِ عمل رہے۔ آپ نے 1945ء/1946ء کے عام اِنتخابات میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے بھرپور تگ و دَو کی، جن کے نتیجے میں مسلم اکثریتی

علاقے اور ریاستیں پاکستان کا حصہ بن گئیں اور اِس طرح ایک خطِ تقسیم منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اور مملکتِ پاکستان معرضِ وجود میں آئی۔ اُن انتخابات میں مسلمانوں کو دو قومی نظریے پر motivate کرنے میں، مسلمانوں کے لیے الگ خطۂ سلطنت اور مملکت کے حصول کی جد و جہد میں انہوں نے قائدانہ کردار (leading role) ادا کیا۔

(v) تقسیمِ ہند کے دوران مہاجرین کے لیے خدمات

14 اگست 1947ء کو جب آزادیِ پاکستان کا اعلان ہوا تو برصغیر کے کونے کونے سے مسلمانوں نے کثیر تعداد میں پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ اِن دردناک حالات میں حضرت فریدِ ملتؒ دوسرے مسلمان رضاکاروں کے ساتھ مل کر مہاجرین کی مدد کے لیے میدانِ عمل میں اُترے۔ آپ اُن طبّی ماہرین میں شامل تھے جو شبانہ روز مہاجرین کا علاج معالجہ مستعدی، یکسوئی اور دِل جمعی سے کرتے رہے۔

(vi) طلائی تمغہ کا اِعزاز

تحریکِ پاکستان اور تعمیرِ پاکستان کی اِنہی فقید المثال خدمات کے اِعتراف میں نظریہ پاکستان ٹرسٹ نے ریاست پاکستان کی جانب سے حضرت فریدِ ملتؒ کے وِصال کے 48 سال بعد 3 فروری 2021ء کو اُنہیں گولڈ میڈل اور تعریفی سرٹیفکیٹ دیا۔

۴۔ حضرت فریدِ ملتؒ اور شیخ الاسلام

ملتِ بیضا کی زبوں حالی دیکھ کر حضرت فریدِ ملتؒ کا دل مسلسل خون کے آنسو روتا۔ اِسی لیے جب آپ کو پہلی بار 1948ء میں حرمِ کعبہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے نہایت درد و سوز اور رِقت و لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی: ''باری تعالیٰ! مجھے ایسا فرزند عطا کر جو تیری اور تیرے دین کی معرفت کا حامل ہو، جو دنیا و آخرت میں تیری بے پناہ عطاء و رضا کا حق دار ٹھہرے اور فیضانِ رسالت مآب سے بہرہ وَر ہو کر دنیائے اِسلام میں ایسے علمی و فکری اور اَخلاقی و روحانی اِنقلاب کے داعی کی حیثیت سے نام اور مقام بنائے، جس سے ایک عالم فیض یاب ہو۔'' اس کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس دعا کا جواب حضورﷺ نے عطا فرمادیا: ''فرید الدین! تمہیں طاہر کی بشارت دیتے ہیں۔ جب وہ سنِ شعور کو پہنچے تو ہمارے پاس لے آنا تاکہ ہم اپنا حصہ اُسے عطا کریں۔''

آپ کی مستجاب دعا کے نتیجے میں 19 فروری 1951ء مطابق 12 جُمادَی الاُولیٰ 1371ھ بروز پیر آپ کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوا جو آج نابغۂ عصر مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں عالمی اُفق پر تجدید و اِحیاءِ دین اور اِسلامی اَقدار کی بحالی کے آفتابِ لاجواب کی حیثیت سے مصروفِ ضوپاشی ہے۔

حضرت فریدِ ملتؒ نے اُلوہی اَسرار و معارف اور اپنے باطنی جذب و کیف اور سوز و درد کو آگے منتقل کرنے کے لیے اپنے فرزندِ اَرجمند کو بچپن ہی سے گوناگوں تربیتی مراحل سے گزارا۔ اللہ اور اُس کے رسولﷺ سے عشق و محبت، دین اسلام کی لگن اور روحانی اعمال کے ساتھ قلبی لگاؤ بچپن ہی سے ان کے شعور و خمیر میں راسخ کر دیا۔ اِجتہادی بصیرت اور دینی فراست کی نشو و نما کے لیے ان کی دینی اور عصری تعلیم پر خصوصی توجہ دی تاکہ وہ نہ صرف مستقبل میں پیش آمدہ چیلنجز سے عہدہ برآ ہو سکیں بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے اسلام کی حقانیت و فوقیت کے علم بردار اور پرچم کشا بھی بن سکیں۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فرید ملتؒ نے خود اُن سے فرمایا: ''پوری زندگی میں نے اللہ سے ایک بار بھی کوئی دُنیوی شے طلب نہیں کی، بہ جُز ایک بار۔'' حضور شیخ الاسلام نے عرض کیا: ''ایک بار کیا طلب کیا تھا؟'' جواب دیا: ''آپ کو طلب کیا تھا۔''

۵۔ روحانی مقام و مجاہدات

حضرت فریدِ ملتؒ کی حیات مجاہدات و ریاضات اور اِستقامت و مداومت سے عبارت تھی۔ رات کے پچھلے پہر رضاءِ اِلٰہی کے حصول کے لیے نالہ و فغاں اور گریہ و زاری زندگی بھر کا معمول رہا۔ درود پاک کا باقاعدگی سے وِرد کرنا اور قصیدہ بردہ شریف کے مکمل 160 اَشعار ہر رات تہجد کے بعد مدینہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھنا آپ کا جوانی سے ہی معمول تھا۔ عُمر بھر آپ کی ایک تہجد بھی قضا نہیں ہوئی۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ کا توکل اور یقین کمال درجے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور کامل توکل اور اُس کی ذات کے ہر امر کے ساتھ تفویض اور رضا بے پناہ تھی۔ اِس کے ساتھ پھر صبر وشکر بھی کمال کا تھا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کبھی اُنہیں مضطرب، بے چین اور بے تاب نہیں دیکھا کہ کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے، اُس کے لیے وسائل نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کے علوِ توکل اور معراجِ یقین کا یہ عالم ہوتا کہ پہاڑ جتنا مسئلہ بھی ہوتا تو فرماتے: ''اِن شاء اللہ العزیز! جلد حل ہو جائے گا، پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔''

☆ حضور فرید ملتؒ کا عشقِ رسول اور نسبتِ رسول کی پختگی کا جو عالم تھا، ایسی کیفیت کم لوگوں کو زندگی میں نصیب ہوتی ہے۔ نسبتِ محمدی میں پختگی کمال درجے کی تھی۔ بلاشبہ اُن کا شمار آقا ﷺ کی بارگاہ کی حضوری والے خوش طالع اور خوش بخت اَولیاء و صالحین میں ہوتا ہے۔ جب کبھی رجوع فرماتے تو کریم آقا ﷺ کی حضوری نصیب ہوتی۔

☆ اِسی طرح نسبتِ غوثیہ سے پختگی کمال درجہ پر تھی۔ ہر رات بلا ناغہ تہجد کے بعد اَوراد و وظائف میں قصیدہ بردہ شریف کے ساتھ دیگر اَذکار کے علاوہ قصیدہ غوثیہ اور حزب البحر بھی پڑھتے۔ نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے اور گھنٹوں مصلیٰ پہ رہتے۔ اِنتہائی خشوع و خضوع سے طویل قیام اور رُکوع و سجود کرتے۔ حالتِ نماز میں روتے روتے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور ہچکی بندھ جاتی۔ اِسی طرح دیگر اَولیاء کرام سے بہت گہرا روحانی تعلق اور پختہ ربط تھا۔ آپ اُن سے اِکتسابِ فیض کرتے اور ہر وقت اُن سے اِرتباط و اِتصال رہتا۔

۶۔ شخصی فضائل

حضرت فریدِ ملتؒ کی خلوت بھی پاک تھی اور جلوت بھی، ان کی خلوت و جلوت کی کیفیات ہمیشہ یکساں رہتیں۔ اُن کا لباس صاف ستھرا اور عادات غایت درجہ پاکیزہ و مطہر اور مصفیٰ تھیں۔ معمولات پاک تھے۔ حسنِ اَخلاق کا ثمر اور اعجاز تھا کہ طبیعت میں پاکیزگی اور عاجزی و اِنکساری یوں کوٹ کوٹ کر بھری تھی جیسے کستوری میں خوشبو۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ نے عمر بھر کسی عالم، محقق یا شیخِ طریقت کے بارے میں کبھی ایسا جملہ لب ہائے مبارک سے ادا نہیں کیا جس میں اُن پر تنقیص اور تنقید کا کوئی بالواسطہ پہلو بھی نکلتا ہو۔ تمام عمر کبھی کسی چھوٹے بڑے کی تنقیص کی نہ تنقید، نہ کسی کی کمزوری بیان کی اور نہ اپنی مجلس میں کسی کو کسی کی کمزوری بیان کرنے کی اِجازت دی۔ یہ حیا داری تھی۔ اُن کی زبان کی طہارت اور تحفظِ سمع و بصر کا یہ عالم تھا۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ کبھی کسی کے لیے تنگ دل نہیں تھے۔ اُن کے قلب کا آبگینہ سوئے ظن یا حسد کے تکدر سے یکسر پاک تھا، اُن کا قلبِ صافی کبر و عُجب سے منزہ تھا۔ طبیعت بھرپور متواضع تھی۔ وہ سراپا عجز و اِنکسار اور حد درجہ ملنسار تھے۔ صوفیاے باصفا اور اولیاے باخدا کے یہی خصائص و اَوصاف، علامات و اَقدار اور محاسن و خصائل ہوتے ہیں۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ کی طبیعت میں کمال درجے کی فیاضی اور سخاوت تھی۔ اِنفاق فی سبیل اللہ، صلہ رحمی، غرباء، یتامیٰ، بیوگان اور خاص طور پر سادات گھرانوں کا بہت خیال رکھتے۔ جھنگ میں پندرہ بیس حاجت مند گھرانوں کی ماہانہ کفالت کرتے۔ شیخ الاسلام بچپن میں راتوں کے اندھیروں میں خود جاتے، دروازے پر دستک دیتے اور محروم الوسائل گھرانوں تک اَشیاے ضروریہ اور اَشیاے خورونوش پہنچاتے تھے۔

☆ حضرت فریدِ ملتؒ ہر انسان کے ساتھ شفقت، ہمدردی، معاونت، راہ نُمائی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے۔ یہ بات بلا مبالغہ و بلا اِشتباہ کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے پوری زندگی میں کبھی کسی کا بُرا نہیں سوچا۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے اِن اَشعار کا حقیقی مِصداق اور جیتی جاگتی تصویر تھے:

نہ تخت و تاج میں نَے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
مِرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

علم و عمل کا یہ درخشندہ آفتاب حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فرید الدین قادری 2 نومبر 1974ء مطابق 16 شوال 1394ھ بروز ہفتہ صبح پونے 8 بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون۔) ❁❁❁❁❁

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن ۔۔۔ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت فرید الدینؒ کشفی فیوضات الٰہیہ کی خیرات سے مالا مال تھے

محمد شفقت اللہ قادری

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!

قافلہ قلندراں کے میرِ کارواں عبدالصالح ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اپنی عبادت گزاری، شبِ بیداری، گریہ و زاری، سجدہ ریزی، قیام اللیل اور مناجاتِ مولا کے باعث اپنی ایک عظیم کرامت کے سبب مقبول انام ہوئے۔ اس کرامتِ عظمیٰ کا نام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ ہے جو آپ کے خصوصی تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں اور آفاقی شہرت کے ساتویں آسمان پر فریدِ ملتؒ کی کرامت اور شب و روز کی ریاضت بن کر چمک رہے ہیں۔ حضرت فرید ملتؒ نے اپنے روحانی فیض اور علمی کمالات سے اپنے فرزندِ ارجمند کے دامنِ مراد میں علم و نور کی ایک ایسی چنگاری بھر دی جو آج شعلہ نہیں بلکہ نورِ بصیرت بن کر چمک رہی ہے اور پورے عالم اسلام میں شیخ الاسلام کے نام سے موسوم ہیں۔ فریدِ ملتؒ ہمیشہ تقویٰ، پرہیزگاری اور پارسائی پر ثابت قدم رہے۔ معیوب افعال یعنی کہ معصیت سے بچتے رہے۔ یہی عوامل انھیں دیگر مقربین میں ممتاز اور معتبر کرتے ہیں۔ فرید ملتؒ نے پوری زندگی زھد، تقویٰ اور عباداتِ الٰہیہ میں گزاری اور کشفی ریاضت کی منازل عبور کریں، وہ صرف صوفی باصفا نہ تھے بلکہ مقرب عبادالصالحین میں سے تھے۔

فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ لاریب جہاں بے شمار اوصاف حمیدہ اور علمی کمالات کے حامل اور کشفی فیوضاتِ الٰہیہ کی خیرات سے مالا مال تھے وہاں آپ کا وصف حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بھی درجۂ کمال کو چھوتا نظر آتا ہے۔ قارئین حضرت فریدِ ملتؒ کے سالانہ عرس کے مبارک موقع پر میرا ذوق وجدانی ماضی کے جھروکوں سے جناب فرید ملتؒ کا ایک اہم گوشۂ یعنی ”حقوق اللہ اور حقوق العباد“ صفحۂ قرطاس پر آشکار کرنے کیلئے بے چین ہے۔ فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اسوۂ مصطفیٰ ﷺ سے متصف اولیائے عظام میں سے ایک تھے۔ آقائے دوجہاں نبی آخر الزماں جناب رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو اگر دو حصوں میں تقسیم کریں تو دو اوصافِ کریمانہ معرض وجود میں آتے ہیں:

۱۔ شخصی اوصاف ۲۔ معاشرتی اوصاف

ان اوصاف میں سے ایک وصف کو حقوق اللہ کی ادائیگی کا وصف اور دوسرے وصف کو حقوق العباد کی ادائیگی کا وصف قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان عظیم کی رو سے یہی اوصاف حضور نبی اکرم ﷺ کی پہچان ہیں اور کامل ایمان کی بنیاد بھی ہیں۔

قارئین کرام! حضرت فرید ملتؒ کی زیست بے مثل اور پُر تمکنت مگر سراپائے عجز و انکساری تھی۔ ان کی راتیں مصلے پر آہ و فغانِ نیم شبی کے باعث ربِ محمد ﷺ کو منانے میں بسر ہوتیں اور دن

✭ سینئر ریسرچ سکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

مخلوقِ خدا کی خدمت اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بسر ہوتے۔ آپ دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ زبدۃ الحکماء اور ڈاکٹر تھے۔

حقوق العباد کی ادائیگی اور فرید ملتؒ

میں اپنی خونی قربت اور خاص نسبت کے باعث ”فرید ملتؒ کا ایک خاص واقعہ عینی شہادت“ کے ساتھ پیش کر رہا ہوں! مجھے اُمید واثق ہے کہ اس سے قبل ادائیگی حقوق العباد کا یہ ناقابل فراموش اور روح پرور واقعہ آپ نے سنا اور پڑھا نہ ہوگا۔ یہ واقعہ میرے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بیان سے قبل میری فیملی کا مختصراً تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔

فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ میرے والد گرامی قبلہ مہر غلام محمد صاحبؒ کے سب سے بڑے برادرِ حقیقی تھے لیکن فرید ملت نے دیگر بہن بھائیوں کی طرح اپنے بھائی مہر غلام محمد صاحب کی بود و باش اور تعلیم و تربیت بڑی دلجمعی اور خاص عرق ریزی اور شفقت سے سرانجام دی کیونکہ! ہمارے دادا حضور جو کہ جھنگ کے مضافات میں واقع قصبہ کھیوہ میں مقیم تھے۔ ایک طویل عرصہ قبل درویشی اور فقرِ طبعی کے باعث ہجرت کرکے اپنی زمین، جائیداد اور مال مویشی سے دستبردار ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی۔ جد اعلیٰ کے دیگر صاحبزادگان پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہوئے جبکہ فرید ملت کے دادا نے نگری سلطان باہو کا رخ کیا اور نہایت سادگی سے نامعلوم انداز میں گزر بسر کرنے لگے۔ تاہم فرید ملت کے والد گرامی اور شیخ الاسلام کے دادا حضور الحاج خدا بخش صاحب فطرت جدی کے باعث محنت مزدوری اور کسبی مشقت سے روزی روٹی حاصل کرتے اور لقمۂ حلال سے فرید ملتؒ اور میرے والد مکرم قبلہ مہر غلام محمد صاحبؒ اور دیگر بہن بھائیوں کی پرورش کی۔

جب فرید ملتؒ ابتدائی بچپن سے لڑکپن کی طرف بڑھے تو نورِ علم کی تلاش میں بستی مرد قلندر جناب علامہ محمد اقبالؒ سیالکوٹ کا رخ کیا اور میٹرک کرنے کے بعد حیدر آباد لکھنؤ کا رخ کیا جو ان دنوں علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ وہاں تقریباً سات برس علم و ادب کے موتی چنے، بھوک پیاس کی آزمائشیں برداشت کیں اور بالآخر ڈاکٹری اور طبِ یونانی کی اعلیٰ امتیازی اسناد کے ساتھ پاکستان لوٹے اور اپنے بھائیوں کے مستقبل کا بیڑا اٹھایا اور علم کی دولتِ عظمیٰ سے روشناس کرایا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے بیٹوں کی طرح پروردہ بھائی کو پنجاب کے نامی گرامی وڈیروں اور جاگیرداروں کی چابکدستیوں کے باوجود ہمتِ مرداں مددِ خدا کے مصداق ایک طویل جدوجہد کے بعد جائز حق دلواتے ہوئے ”نائب تحصیلدار“ تعینات کروایا اور بڑے بڑے خاندانوں کے دانت کھٹے کردیئے۔ یہ آسامی جاگیرداروں اور وڈیروں کی جدی پشتی دھونس دھاندلی کی سیٹ تھی۔ وہ لوگ حیران تھے کہ یہ نوجواں جسے لکھنؤ سے آئے ابھی چند ایک سال ہی گزرے ہیں اور اس نے اپنے علم و حکمت سے اپنا ایسا مقام و مرتبہ بنا لیا ہے۔ ایک متوسط طبقہ میں نائب تحصیلداری کی پوسٹ جانے سے باقاعدہ میرٹ کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور وڈیرے کفِ پشیمانی ملتے رہ گئے۔

پہلا واقعہ

فرید ملتؒ کی زندگی کے بے شمار واقعات میں سے حقوق العباد کے ضمن میں پہلے واقعہ سے آپ کے برادرِ حقیقی مہر غلام محمد صاحب مرحومؒ سے خاص محبت کا رنگ جھلکتا ہے۔

فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ بے شک، رشد و ہدایت قرآنی و رحمانی کی روشنی میں ناپسندیدہ حدود کو چھوڑ کر عین منشاء رضائے ایزدی کے خوگر تھے اور قرآن مجید کی سورۃ الماعون کی عین تلقینی و ھدایتی تفسیر تھے۔ آپ اس سورہ کی روح کے مطابق حقوق العباد کو نماز اور عبادتِ الٰہیہ کی حقیقی روح سمجھتے تھے اور ہمیشہ عبادت سمجھ کر سر انجام دیتے۔ یتیموں کی حاجت روائی نہ کرنا، اُن کو دھکے دینا اور اُن کی معاشرتی حقوق سے انہیں محروم کرنا یا اس کے ساتھ ظلم ہوتے دیکھنا جبکہ اسے روکنے کی طاقت بھی ہو، حضرت فرید ملت اس طرزِ عمل کو دین محمدی کو جھٹلانے کے مترادف سمجھتے تھے۔

اس دن پر خدا شاہد ہے اور میں اسے اپنی زندگی میں قطعی نہ بھلا سکتا ہوں، جس دن ہماری ہستی بستی زندگی میں کاتبِ تقدیر کا ایسا بھونچال بپا ہوا کہ ہماری معصوم خواہشات کی دلفریب زندگی اچانک اُجڑ گئی۔ 10 جون 1972ء کی بات ہے جبکہ میرے والد گرامی اور فرید ملت کے بردار حقیقی

قبلہ الحاج مہر غلام محمد صاحبؒ ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ میں بطور تحصیلدار ڈسکہ تعینات تھے اور سرکاری فرائضِ منصبی کے باعث تحصیل ڈسکہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع 1971ء کی جنگ کے بعد قائم ایک Evacuee Refugee's Camp بمقام منڈے کی "کیمپ بحالیٔ مہاجرین" میں راشن اور نقد رقوم تقسیم کرتے ہوئے On Duty حرکت قلب بند ہونے کے باعث داغِ مفارقت دیتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے" "انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

یاد رہے کہ ان دنوں میں اپنے والدین اور دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ ڈسکہ میں مقیم اور نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔اچانک والد گرامی کی وفات کی خبر نے میرے اوساں خطا کردیئے۔ تاہم بہادر والد کے خون کی کشش اور نیک والدہ کی تربیت نے بے حد حوصلہ افزائی کی اور ہمت بندھائی اور ہم اسسٹنٹ کمشنر ڈسکہ کے خصوصی تعاون اور دیگر اہلکاروں اور اہلیان محلہ کی ہمدردیوں اور سسکیوں میں شدید ترین گرمی اور سورج کی تلخ سامانی میں شام چھ بجے ڈسکہ سے والد گرامی کی میت لے کر جھنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ تقریباً 400 میل کی مسافت طے کرنے کے بعد محترمہ والدہ صاحبہ اور چھوٹے بہن بھائیوں کے ہمراہ تقریباً فجر 5 بجے جھنگ کی حدود میں داخل ہوئے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں اکیلا میت لے کر جھنگ کیوں آیا؟ مہر غلام محمد صاحبؒ کی وفات کی خبر پاتے ہی قبلہ فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو ابھی 21 برس کے تھے، انہوں نے مجھے ڈسکہ رکنے کے لیے شدید دباؤ ڈالا کہ ہم خود یعنی کہ فرید ملت اور شیخ الاسلام خود ڈسکہ آئیں گے اور وہاں سے میت لے کر جھنگ آئیں گے۔ فرمانے لگے: "شفقت آپ بہت چھوٹے ہو اور ذمہ داری بڑی ہے۔" مجھے یاد ہے کہ میں نے حضرت فرید ملتؒ کو فقط دعا کا کہا اور ان کی اجازت سے جھنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ جھنگ کی حدو دمیں داخل ہوئے ہی تھے کہ کسی نے ہمارا ٹرک روکا۔ جب میں نے گھبراہٹ کے عالم میں ٹرک سے جھانک کر دیکھا تو "شہر کے کافی باہر دور ویرانے میں قبلہ فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اپنے فرزند ارجمند شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے ہمراہ غم سے نڈھال رات بھر اپنے لٹے قافلہ کا انتظار فرما رہے تھے۔ٹرک رکتے ہی حضرت فرید ملتؒ اور شیخ الاسلام ٹرک پر چڑھ گئے۔

قارئین! پیارے بھائی کی میت دیکھ کر غم کے باعث حضرت فرید ملتؒ کی حالتِ زار ناقابل بیان ہے۔ شاکر و صابر اور مضبوط ایمان اور ارادے کے مالک "عبد صالح" اپنے بھائی کا دیدار کرنے کے بعد اپنا ضبط نہ رکھ سکے اور غمناکی کے باعث آپ کی ہچکی سی بندھ گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شیخ الاسلام اپنی کم عمری کے باوجود ایک طرف اپنے والد گرامی قدر قبلہ فرید ملتؒ کو صبر و حوصلہ دے رہے تھے اور دوسری طرف ہماری غم زدہ Family کے ایک ایک فرد کو بارضائے الٰہی صبر و حوصلہ کی تلقین فرما رہے تھے۔

جب فرید ملت کی طبیعت سنبھلی تو ہماری والدہ محترمہ سے رنجیدہ زباں سے مخاطب ہوئے اور فرید ملت کے قلب و روح سے نکلے الفاظ کچھ یوں تھے: "میری بیٹی! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب العزت کی جانب سے آپ کے لیے خصوصاً اور میرے لیے عموماً خاص امتحان کی گھڑی آن پڑی ہے۔میں جس بیٹی کو دولہن کے روپ میں فقط سترہ برس پہلے مہر غلام محمد کے ساتھ اپنے گھر میں لایا تھا اور خوشی سے پھولے نہ سما رہا تھا اور آج اتنے ہی ملول غمناک اور اندوہ ناکی کی حالت میں قلب رنجیدہ کے ساتھ اپنے بیٹے جیسے بھائی کی میت اس کی جواں سال بیوہ کے ہمراہ اُسی گھر میں لے جارہا ہوں۔ بیٹی! ہمیں ہر حال میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ ماننا ہوگا۔"

والد گرامی کی تجہیز و تکفین و تدفین کے بعد ہم فرید ملتؒ کی اجازت سے اپنے ننھیال میں مقیم ہوگئے۔ کیونکہ ہماری والدہ محترمہ (رب انہیں زندہ سلامت رکھے) نے آپ پر کوئی بوجھ بننا گوارا نہ کیا۔ حضرت فرید ملتؒ نے اپنے پیارے بھائی مہر غلام محمدؒ کی تجہیز و تکفین کے بعد میری والدہ محترمہ کو مخاطب

کرکے فرمایا کہ ”آج سے میرے لیے بیٹی کے علاوہ اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ کے طور پر بھی آپ کا احترام اور شرعی حقوق خونی اور حقوق العباد کی ذمہ داری واجب ہوگی۔ خالق عظیم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے بھائی مرحوم کی بیوہ اور اولاد کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی میں نیک توفیق عطا فرمائے اور مجھے ثابت قدم رکھے اور رب العزت مجھے زندگی اور ہمت بخشے کہ میری زندگی میں آپ کے دامن پاکیزہ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ بیٹی آج سے میرے دوگھر ہیں۔ ایک میرا گھر اور دوسرا میرے بھائی مہر غلام محمد مرحومؒ کی بیوہ اور بچوں کا ہے۔“

حضرت فرید ملتؒ کے اس فرمان کے بعد میری والدہ محترمہ نے ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا: ”قبلہ بھائی جان! ایک گزارش کی اجازت عنایت فرمائیں! فرید ملت کی صریحاً اجازت کے بعد مخاطب ہوئیں! یہ درست ہے کہ میں آپ کی بیٹی ہوں اور ہم دونوں پر آپ کی شفقت سایہ فگن رہی ہے۔ میری خواہش ہے کہ کیونکہ بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ آپ اجازت فرمائیں میں اپنی والدہ اور بھائی کے ہمراہ یہاں سے 5 میل کی مسافت پر واقع اپنے میکے میں اپنے مرحوم شوہر ”مہر غلام محمد صاحبؒ کے چھوڑے گئے وسائل میں گزر بسر کروں۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ آپ مہر غلام محمد مرحومؒ کی اولاد کی نگرانی و نگہداشت اور تعلیم تربیت کی سرپرستی اپنے ذمہ قبول کرلیں۔ کیونکہ میری خواہش ہے کہ مہر صاحب کے بچے آپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت سے اچھے اوصاف کے حامل ہوسکیں۔“

رب عظیم کی قسم! شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور میں عینی شاہد ہیں کہ آپ نے وعدہ کیا کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے، میں جان پر کھیل کر بھی اس عہد اور ذمہ داری کو باطریق احسن نبھاؤں گا۔ خدا گواہ ہے کہ میں شعور کی 64 ویں منزل پر ہوں، مجسٹریٹ سرگودھا ریٹائرڈ ہوا ہوں، تمام بھائی اچھی تعلیم وتربیت کے باعث اچھے عہدوں پر فائز ہیں اور شیخ الاسلام کے شانہ بشانہ علم فریدی اور علم منہاج القرآن تھامے ولی کامل والد گرامی قدر قبلہ شیخ الاسلام

”جناب فرید ملتؒ کیلئے بارگاہ رب العزت میں ملتمس اور دعا گو ہیں کہ خالق محمد ہمارا مقدر سنوارنے اور ہماری روحانی اور زمانی سرپرستی کرنے والے عظیم عبدمقربِ کی مرقد پُر نور پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائے۔ آمین

دوسرا واقعہ

حقوق العباد کے آئینے میں فرید ملت کا عہدِ وفا نبھانے اور قول پورا کرنے کا ایک منفرد اور نور فشاں واقعہ پیش خدمت ہے۔ جس نے آپ کی روحانیت کو چار چاند تو لگائے ہیں تاہم ہمیں حقوق العباد کی حقیقی روح سے بھی روشناس کرایا۔ اس دوسرے واقعہ سے حضرت فرید ملت کی اپنے بھائی کے یتیم بچوں کی اور بیوہ بھاوج کی دیکھ بھال کی ذمہ داری نبھانا ان کے اچھے بُرے کا خیال رکھنا اور ان کے یتیم بچوں و بیوہ کے دکھ و کرب اور خوشی کی ہم نشینی جھلکتی ہے۔

قارئین گرامی قدر! جون 1973ء کا ایک شعلہ فشاں شدید گرم دن تھا۔ پورے پاکستان میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص چہارسو سیلاب کی تباہ کاریوں کی خبریں خوف و ہراس پھیلا رہی تھیں۔ ریڈیو خوف کی علامت بن کر رہ گیا تھا۔ ضلع جھنگ خصوصاً گردونواح کے قصبات کی بابت عموماً تھوڑی تھوڑی دیر بعد سیلاب کی تازہ ترین صورت حال سے آگاہی ہو رہی تھی۔ یاد رہے ان دنوں فرید ملتؒ حسو بلبل میں تعینات تھے۔ حسو بلبل میں ضلع بھر کا مرکزی اور بڑا یونانی طبّی ہیلتھ سینٹر تھا۔ فرید ملت طب یونانی اور ڈاکٹری کی مشترکہ تعلیم طبیہ کالج اور کنگ جارج میڈیکل کالج سے حاصل کرکے اعلیٰ اعزازات کے ساتھ فارغ التحصیل تھے، اس لیے ضلع بھر کے بڑے ہیلتھ مرکز میں ان کی خصوصی تعیناتی کی گئی تھی۔ بہت جلد ہی ہیلتھ سنٹر فرید ملت کی توجہ اور قابلیت کے باعث پورے ضلع بھر میں اپنی پہچان آپ بن کر رہ گیا اور فرید ملت کی شہرت گردو نواح کے اضلاع میں بھی پھیل گئی۔

سیلاب کی خبریں آرہی تھیں کہ اچانک ایک رات ریڈیو پر خبر آئی کہ ہیڈ تریموں جھنگ پر سیلابی خطرے کے نشان سے

پانی اُوپر چلا گیا ہے۔ اس کے بعد طرح طرح کی خبریں علاقے میں پھیل گئیں۔ کوئی کہتا کہ فوج نے خطرے کے باعث حفاظتی بند توڑ دیا ہے اور پورے ضلع کو متنبہ کردیا ہے اور سیلابی پانی جھنگ شہر میں داخل ہوگیا ہے۔ کوئی کہتا کہ گرد و نواح کے قصبات کو محفوظ مقامات پر منتقلی کا حکم دے دیا ہے۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

ہم جھنگ سٹی میں مقیم تھے، سٹی میں سیلابی پانی کے داخل ہونے کی خبریں حضرت فرید ملتؒ پر گراں گزر رہی تھیں اور انھیں قدم قدم پر اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ اور اولاد کا خیال آرہا تھا کہ اُن کا کیا حال ہوگا جن کی حفاظت کا عہد میں نے کیا تھا۔ ہیلتھ سنٹر حسو بلیل جہاں حضرت فرید ملتؒ ان دنوں موجود تھے، وہاں سے Main Road تک سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی اور خطرہ کے پیش نظر گاؤں چھوڑنے والے لوگوں اور جانوروں کے باعث سڑک مزید ناگفتہ بہ ہوگئی تھی۔ ادھر سیلاب سیکڑوں دیہاتوں کو بے گھر ہونے پر مجبور کرچکا تھا۔ یہ سب کچھ فرید ملتؒ پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ فرید ملت نے کچھ دیر غور وخوض فرمایا اور پھر صبح کی نماز کے بعد بائی سائیکل کے ذریعے چار میل کا سفر بمشکل طے کیا اور Main Road پر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ ضلع بھر کی پبلک ٹریفک سیلاب کی وجہ سے معطل ہے۔ ہر طرف خوفناک اور سنگین صورت حال کے پیش نظر آپ مجبوراً بس نہ ملنے کی وجہ سے طویل سفر بائی سائیکل پر اور کچھ پیدل کیا۔

طویل سفر طے کرکے اٹھارہ ہزاری پہنچے اور بالآخر صحت اور عمر کی پرواہ کیے بغیر آپ ٹریکٹر ٹرالی کے ذریعے جھنگ کی حدود میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ جھنگ صدر کی حدود میں داخل ہوتے ہی ٹرالی بھی ساتھ چھوڑ گئی۔ کئی میل پیدل سفر کرنے کے بعد آپ ایوب چوک جھنگ صدر پہنچے۔ یہاں پہنچتے ہی لوگوں کی اموات کی خبروں نے آلیا۔ علاقہ مکمل طور پر نشیب میں ہونے کے باعث ڈھلوانی تھا۔ جھنگ صدر اور جھنگ سٹی کو دریائی سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لیے اور حد فاصل اور حد حفاظت فقط حفاظتی بند تھا جو توڑ دیا گیا تھا۔ شہر بھر میں امداد کیلئے فوج طلب کرلی گئی تھی۔ فوج بے بس متاثرین کو بچانے اور محفوظ جگہ منتقل کرنے میں مصروف تھی۔

عالم پریشانی میں فرید ملت جھنگ سٹی کی طرف رواں دواں تھے۔ ایوب چوک سے جھنگ سٹی 5 میل کا سیلابی پانی سے بپھرا ہوا پر خطر سفر تھا۔ فرید ملتؒ نے خاص جذبہ ایمانی اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خلوص نیت کے باعث سیلاب کے خطرے سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے خصوصی عطا حذب البحر اور سورۃ المزمل شریف کی تلاوت شروع کی اور جھنگ سٹی کے گم گشتہ راستہ پر گامزن ہوگئے۔ فرید ملت کو دیکھتے ہی دیکھتے چند جنونی لوگ بھی فرید ملت کے پیچھے پیچھے ہولیے۔

یہاں ایک خاص توجہ طلب بات یہ ہے کہ جس ایوب چوک سے آپ نے ہماری طرف آنے کا راستہ اختیار کرنا تھا، وہاں سے دارالفرید (فرید ملت کا گھر) فقط چند فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ جہاں فرزند فرید ملت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ تعالی فرید ملت کے لیے انتہائی پریشان تھے۔ حضرت فرید ملتؒ نے چند فرلانگ کے فاصلے پر واقع اپنے گھر جانے اور اپنی آل اولاد کی خیریت دریافت کرنے کے بجائے اپنے بھائی کی اولاد کو ترجیح دی۔ شیخ الاسلام اپنے گھر میں حضرت فرید ملتؒ کے لیے پریشان تھے، اس لیے کہ اسی شام خبر آرہی تھی کہ حسو بلیل پوری طرح ڈوب گیا ہے۔ اس خبر نے شیخ الاسلام اور دیگر اہل خانہ کو بے چین کر رکھا تھا۔ انھیں معلوم نہ تھا کہ حضرت فرید ملتؒ حسو بلیل میں کس حال میں ہیں؟ حالانکہ حضرت فرید ملتؒ تو حسو بلیل کو علی الصبح ہی چھوڑ چکے تھے۔ دوسری طرف فرید ملت پر ایک لمحہ بھی اپنے گھر کی فکر کیے بغیر فقط ایک ہی دھن سوار تھی کہ مرحوم بھائی کی فیملی نہ جانے کس حال میں ہوگی اور اگر کچھ ہوگیا تو میں اپنے مرحوم بھائی اور رب تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ جی ہاں! فرید ملت گم نام ٹوٹی سڑک پر سیلابی پانی میں رواں دواں تھے۔

یہاں یہ امر بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ فرید ملتؒ تیراک تو کسی صورت نہ تھے۔ تاہم متوکل علی اللہ حد درجہ اور بحر معرفت کے شناور ضرور تھے۔ صحبت خضروی کے باعث واقف رموز تو تھے ہی، تاہم دور اندیش قلندری طبیعت کے حامل بھی تھے۔ میں اس وقت بھی خونی نسب کے باعث

فرید ملت کی قربت کے روحانی رموز و اسرار سے بخوبی واقف تھا۔ میں ایف اے کا طالب علم تھا مگر آپ کی ہمہ جہت روحانی اور اوصافِ حمیدہ سے متصف و مزین پر تمکنت مگر انتہائی علمی شخصیت سے بخوبی واقف تھا۔ جب فرید ملتؒ سے شیخ الاسلام نے پوچھا: قبلہ ابا جان! آپ نے ایسے پرخطر حالات میں تیراک نہ ہونے کے باوجود اتنے گہرے اور انجانے راستہ پر جانے کا فیصلہ کیسے کیا؟ قبلہ فرید ملتؒ نے فرمایا: بیٹا طاہر صاحب! میں نے موت اور زندگی کا پرخطر سفر فقط رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ کی محض خوشنودی اور خالصتاً رضا کی خاطر فقط انہی کی مدد نصرت سے طے کیا۔ یہ درست ہے کہ پانی کہیں کہیں میری کمر تک اور کہیں کہیں میری گردن تک پہنچ جاتا تھا، سڑک نیچے مکمل ٹوٹ چکی تھی اور پتھر جوتے میں جاکر تکلیف دے رہے تھے، ہر طرف پانی ہی پانی اور افراتفری اور موت رقصاں تھی۔ بچاؤ بچاؤ کا شور غوغا تھا، راستہ کی سمت کا تعین کرنا بہت دشوار ہوگیا تھا۔ بیٹا جی! فقط مجھے اپنی خونی نسبت اور یتیم بچوں اور بیوہ (بھابھی) سے کہے ہوئے قول اور وعدہ کی پاسداری اور رضائے الٰہی مقصود تھی۔ سو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے میری خاص مدد فرمائی اور مجھے نامعلوم منزل سے روشناس کروایا اور میں اپنے مرحوم بھائی اور بیوہ کے روبرو سرخرو ہوا۔ مجھے اپنا عہد اور ذمہ داری نبھا کر نہ تھکاوٹ ہوئی! نہ اذیت محسوس ہوئی بلکہ ایک خاص راحت محسوس ہوئی۔

جی ہاں! فرید ملت اپنے جذبۂ ایمانی اور ایفائے عہد وفا کے باعث گہرے پانی اور بپھری لہروں کے دوش پر ایسے سوار تھے جیسے ان کے پاس ان گہرے پرخطر پانیوں کے درست راستے کا نقشہ موجود ہو۔ ایک اور دلچسپ صورت حال اس وقت نظر آئی کہ بیسیوں لوگ جو جھنگ سٹی کی طرف جانا چاہتے تھے اور صبح سے پانی کی شدت اور نامعلوم گہرائی کے باعث جانے کا فیصلہ نہ کر پارہے تھے، فرید ملت کی دلیری اور جذبہ ایمانی اور چہرے کے اطمینان کے باعث ان کے پیچھے پیچھے پانی میں چل پڑے تھے اور اس طرح فرید ملتؒ کا تعاقب کررہے تھے کہ جیسے وہ جانتے ہوں کہ ہمارے آگے جانے والا شخص ہی ہمارے ڈگمگاتے سفینے کا ناخدا ہو۔

قارئین! پانچ میل کا پر خطر نڈھال کردینے والا سفر طے کرکے بھوکے پیاسے 6 گھنٹے میں فرید ملتؒ جھنگ سٹی کی حدود میں داخل ہوئے۔ اپنے پیچھے غم ناک مناظر اور بچاؤ بچاؤ کی صدائیں! اور امداد کے منتظر لوگوں کی اندوہ ناک صورت حال فرید ملتؒ کو مضطرب اور بے چین کررہی تھی۔ تاہم ہمارا ہی خیال ان پر غالب تھا۔ جب فرید ملت جھنگ سٹی کے قریب پہنچے تو منظر دیدنی تھا۔ جھنگ سٹی کے لوگ حیرت سے جھنگ صدر سے آنے والے قافلے کو تک رہے تھے، جس کی رہنمائی فرید ملتؒ فرما رہے تھے! کیونکہ جھنگ سٹی پورے ضلع بھر میں اونچا ہونے کے باعث عمومی طور بحالی سیلاب زدگان کا خاص مرکز بنا ہوا تھا۔ کرشماتی طور پر پانی جھنگ سٹی میں اور خصوصاً اس محلے کی حدود میں داخل نہ ہوا تھا، جہاں ہم قیام پذیر تھے۔ اس لیے سیکڑوں پناہ گزیں اس محلے اور اس بستی (جھنگ سٹی) میں محفوظ تھے، جس میں فرید ملت خیرات مصطفوی کے طفیل ساری کشتیاں جلا کر فقط رضائے الٰہی اور ادائیگی حقوق العباد کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھ کر عہد وفا سے عہدہ برآ ہونے پہنچے تھے۔

قارئین کرام: جب فرید ملت عجب حالت میں ہمارے گھر پہنچے تو ہمیں دیکھ اور مل کر جہاں خوش ہو رہے تھے، وہاں ان کی زبان رب العزت کا شکرانہ ادا کرتے نہ تھک رہی تھی۔ فرید ملت کی حالت دیکھ کر ہماری چیخیں نکل گئیں۔ سفید لباس سیلاب کے پانی سے رنگین اور سرخ ہوچکا تھا! ریش مبارک بھی سرخ ہوچکی تھی۔ تھکاوٹ اور شدید بخار کے باوجود فقط ہماری خیریت ہی دریافت کرتے جارہے تھے۔ ہم پہلے فرید ملت کو اپنے درمیان دیکھ کر حیرت اور شکر سے مسکرا رہے تھے اور مابعد آپ کے جذبہ حقوق العباد کی معراج اور روح کو سمجھ کر ہماری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ہم نے بارگاہ ایزدی میں حضرت فرید ملتؒ کے ساتھ مل کر شکرانے کے نوافل ادا کیے اور وہاں ہم سب آپ کی خونی نسبت پر اظہار تشکر کے لیے بھی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگئے۔

❁❁❁❁❁

اعتکاف 2023ء کے موقع پر شائع ہونے والی نئی کتب

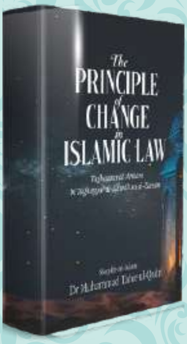

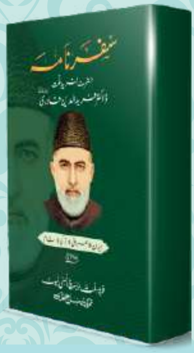

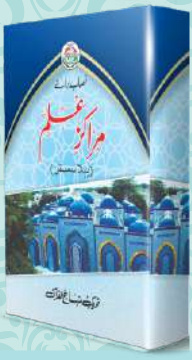

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN LAHORE
MAY-2023
Regd CPL No.41